

پیموش

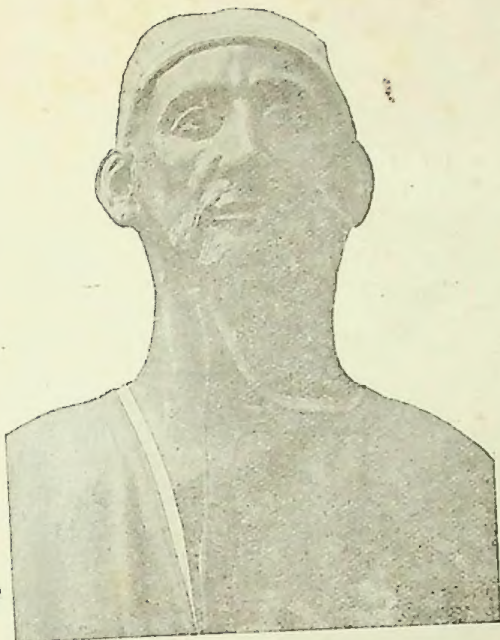
PAMOSH (2)



شائع کردہ: کشتیری بزم ادب دہلی

اکتوبر ۱۹۵۸ء

۵۴



Clay Models from the Srinagar Museum

کشمیری بزم ادب دہلی کا دوماہی جریدہ

پیمپوش دہلی

صفحہ ۱۹۱۲



ترتیب

۲۲	منظر عازم	غزل	۲	ادارہ	اپنی بات
۲۳	بشمیر ناخند	شاعرین پرزاد	۳	مالک رام	غالب کے کشمیری شاعر
۲۴	رحمان راہی	قطعات	۵	رسا جاودانی	غزل
۲۵	سوم ناخند سادھو	رحمان چیمپ	۶	حامد کشمیری	غزل
۳۱	تہنا انصاری	چائ دہی	۶	اکبر بے پوری	غزل
۳۲	حکیم کشمیری	روانی چیمپ جو آئی زندگی منتر	۷	کمال لدانی	داوا کی ماں
۳۳	غلام نبی فراق	غزل	۱۳	بشمیر ناخند	مائی اور گھسارہ
۳۴	جواہر لال مرود	میان منترہ	۱۸	اقبال کول	کشمیری کہانی
۳۵	موتی لال ساقی	غزل			
۳۶	صابر تلہ دیون	یار قنداقون رہبان			
۳۸	بال کرشن کول	فیصل مکانہ			
	رحمان راہی	دبا عیات			

جلدا نمبر ۷۵ نئے پیسے چار روپے

ستمبر اکتوبر ۱۹۵۸ء کشمیری بزم ادب ۳۴ء بلیمیاراں دہلی

باتھام ندلال برٹو پرزاد پائشر ایڈیٹر محبوب المطالع پریس اردو بازار دہلی میں چھپ کر دفتر پرنٹس ۳۴ء بلیمیاراں دہلی سے شائع ہوا

اپنی بات

دہلی کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ انہوں نے عملاً بھی پیپوش کو زندہ رکھنے کے لئے ہمارے ساتھ پورا تعاون کیا۔ ادب تو اردو ستون ہے اپنے ادب پاروں سے ہی پیپوش کو نہیں نوازا بلکہ اکثر و بیشتر ادیبوں نے اپنی تخلیقات کے ساتھ ہی ساتھ پیپوش کی مالی استعانت بھی کی اس کے پڑھنے والوں کا دائرہ وسیع کرنے میں بھی ہماری امداد فرمائی اور اپنے زریں مشوروں سے بھی اداۃ پیپوش کو وقتاً فوقتاً نمونہ فرمایا۔ ادبی اور تمدنی حلقوں کا یہ تعاون ثابت کرتا ہے کہ ریاست کے تمدنی احیاء کے لئے عوام کے دلوں میں ارمان اور ارادے چل رہے ہیں اور یہ جلتے ارمان پرواز کی راہیں کھوج رہے ہیں۔

بہر کیف پیپوش اپنے ہمرائوں کے عملی تعاون کے بل بستے پر پہلا ہلاکت آفس سال پولا کر چکا ہے اور کشمیری بزم ادب دہلی کے بے لوث اور شہر پرست ارکان نے گونا گوں مشکلات کا جس گروہی اور جاننازی کے ساتھ مقابلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ بہت اور لگن سے کام کیا جائے تو کامرانی یاؤں چوم ہی لیتی ہے۔ پیپوش کے دوسرے سال میں قلم رکھنے کے ساتھ ہی ادارہ ترقی رکھتا ہے کہ جہاں پیپوش کے مربی اپنی محرم فرمائوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ وہاں کشمیری کشمیری کے اس واحد سالہ کو زندہ رکھنے اس کو ایک معیاری نمونہ اور اس کی افادیت بڑھانے میں بزم ادب دہلی کا ہاتھ بٹانے لگی۔

پیپوش کا چھٹا شمارہ پیش خدمت ہے اور اس شمارہ کے ساتھ ہی پیپوش اپنی زندگی کا پہلا نازک سال پولا کر رہا ہے کشمیر سے باہر کشمیریوں کی واحد ادبی و تمدنی انجمن کشمیری بزم ادب دہلی نے ایک سال پہلے امید و بیم کے ایک عجیب دھندلے کے میں پیپوش جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ امید یہ تھی کہ شاید وہ وقت آن پہنچا ہے جب اہل کشمیر کو بہت کچھ سوجھ بوجھ کے بعد کروٹ لینا چاہیئے۔ امدید برقرار نہ ملنے کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر جادہ پہلے ہوا چاہئے تاکہ اپنی مادری زبان اپنے عزیز تمدن اور اپنے اسلاف کی بے ہوا میراث کی طرف توجہ مبذول ہو سکے۔ لیکن اللہ یہ تھا کہ کام بڑے مور کے کاہتے جانے کشمیر سے سینکڑوں میل دور دہلی میں بیٹھ کر ایک چھوٹی سی بے وسیلہ ادبی اور تمدنی انجمن کچھ کر بھی پلے گی یا نہیں۔ خاص کر جب کشمیر میں ایسے ہی قریب مایوس کن حد تک قیل ہو چکے تھے۔ ہمیں مسرت ہے کہ ہماری امیدیں ہمارے اندیشوں سے زیادہ حقیقی ثابت ہوئیں اور جوں ہی پیپوش کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا ریاست کے اند باہر بھی جگہ تمدن کے شہیدانوں اور ادب فزادوں نے گرم جوشی کے ساتھ اس پیپے کا خیر مقدم کیا اور کشمیری بزم ادب دہلی کے اس قلم کو بے حد سراہا۔ تمدن کے پرستاروں اور ادب فزادوں نے خوشنودی اور ایک خواہشوں کے بنیاد پر اس سال کر کے ہی کشمیری بزم ادب

دستور ملتان صوبہ

دیکھ کر خطات منکر

سید سدرت حسن صراں

سنگلہ

مالک نام

میرزا غالب کے کشتیری شاگرد

سارنہ ۱۱/۵۵
قلم ۲۰

پینڈت لچھی نرائن مشران مفتون

پینڈت گوردھن داس مشران کے صاحبزادے تھے۔ اور فرخ آباد کے رڈ سامیں شمار تھا۔ ان کے بزرگ کشمیر میں اعلیٰ عہدوں پر مامور رہے اور طوائف الملوک کے زمانے میں وہاں سے نقل مکان کر کے ہندوستان چلے آئے اور فرخ آباد میں سکونت اختیار کر لی۔ پینڈت گوردھن داس کلکڑی میں مرثیہ دار مال تھے۔ انھوں نے اپنی فرض شناسی اور حسنِ کارکردگی سے بہت نیک نامی حاصل کی۔ ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد نجارت کرتے رہے۔ اس میں بھی بہت کامیابی ہوئی۔ بہادر شاہ کی طرف سے انھیں "انتظام الدولہ ممتاز الملک" ہمارا جگہ گوردھن داس بہادر دیوان اعلیٰ خطاب ملا تھا۔ چند شے نواب تھل حسین خان والی فرخ آباد کی سرکار میں مدارالہماہی کے فرائض سرانجام دیئے۔ یہ وہی تھل حسین خان ہیں جن سے متعلق غالب کا شعر ہے۔

دیبا ہے خلق کو بھی نام سے نظر نہ لگے
نواب تھل حسین خان کے جانشین افضل حسین خان بھی ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے مکتوب ہوئے تھے۔ انھوں نے دیباہ مجاز میں پناہ لی اور وہیں بہت عسرت کی حالت میں وفات پائی۔ دیباہست انگریزوں نے ضبط کر لی۔

مفتون بھی اپنے والد کی طرح انگریزی حکام کے حلقے میں بہت معزز اور صاحب اثر تھے۔ اپنے زمانے میں فرخ آباد کے

مید پیل کشتی رہے۔ آئری مجسٹریٹ کے اختیارات بھی حاصل تھے ۱۸۷۷ء کے دربارِ دہلی میں سندر خوشنودی عطا ہوئی تھی۔ ۶۶ برس کی عمر تھی جب یکم نومبر ۱۸۸۷ء کو وفات ہوئی۔

مفتون کی علمی استعداد بہت اچھی تھی۔ فارسی پر فاضلانہ نظر تھی۔ خوش نویسی اور خط نستعلیق میں مشہور زمانہ استاد میر علی بخش حسینی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے اور غالب سے اصلاح لیتے تھے۔

ان کے صاحبزادے پینڈت شام نرائن مشران مدقون ریاست بڑوانی میں تحصیل دار رہے۔ اردو فارسی انگریزی کی اعلیٰ قابلیت کے علاوہ عربی اور سنسکرت میں بھی دخل تھا۔ شاعری و رشتہ میں پائی۔ یکتا تخلص تھا۔ اور اردو فارسی دونوں زبانوں میں کہتے اور اپنے والد ہی سے مشورہ کرتے تھے۔ ان کا ۶۳ برس کی عمر میں ۲۸ اگست ۱۹۰۷ء کو انتقال ہوا۔

دل افسردہ ہوا ہے مہری خواباں اسے مفتون

نہ ہو یاد تو ہے الشد واقف حق و باطل کا

بدخواہ اپنا کون ہے ہمدم سوائے دل

دشمن ہمارا کون ہے مفتون سوائے دوست

عمر گزری کہ تری ماہ میں ہم بیٹھے ہائیں

پیرا بھی شوق یہ کہتا ہے کہ کم بیٹھے ہیں د

واہ قسمت ایک لب بحر پہ ہم مثل حباب

خالی کاسہ لئے یادیدہ تم بیٹھے ہیں
کیوں کہ بیت الصنم عشق سے اٹھیں غفلتوں

اب تو اللہ کی ہم کھائے تم بیٹھے ہیں
نواب سید محمد زکریا خان زکی

دہلی کے ایک معزز خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔
اصل میں یہ خاندان کشمیری تھا۔ ان کے ایک بزرگ نواب مختار الدولہ
ابوالقاسم بہادر شاہ عالم ثانی کے وزیر میری الدولہ عبدالاحد خان کے
قوی عزیز تھے۔ زکی نے وجاہت دیوبند کے علاوہ شاعری بھی
گویا درانت میں پائی۔ ان کے والد ماجد سید محمود خان بھی شعر
کہتے تھے۔ اور محمود غفلت کرتے تھے۔ اردو شعراء کے مشہور تذکرے
”عمرہ منتہی“ کے مؤلف اعظم الدولہ نواب میر محمد خان سرور (شاگرد
محمد جان بیگ سامی) ان کے نانا (اور دادا کے بھائی) تھے۔ بزرگوں
کا مکس دہلی کا مشہور محلہ زینت باڑی تھا۔ لیکن یہ خاندانی جاہ و جلال
زکی کی قسمت میں نہیں تھا۔ سب جائداد کچھ ان سے پہلے اور باقی
۱۸۵۷ء کے بعد خالصہ لگ گئی۔

زکی ۱۸۳۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ فارسی، عربی، منطق
ریاض کی تعلیم غالب مہربائی اور پینڈت رام کشن بسمل سے لی۔ اس
کے علاوہ طب میں بھی بافیت ہم پینپائی۔ قرآن بھی حفظ کیا۔ ۱۸۵۷ء
کے ہنگامے میں دہلی چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار حکمران تعلیم میں ملازم
ہو گئے اور تدریس ترقی کر کے صوبہ ریونیٹی کے مدرس کی ڈپٹی انسپکٹر
کے عہدے تک پہنچے۔ اس تعلق سے مدتوں میرٹھ، گوردھپور، امریلی
الہ آباد اور بیلوں میں رہے۔ جب ملازمت کی میعاد ختم ہوئی تو
بیلوں ہی میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہیں ۱۹۰۳ء (۱۳۲۱ھ) میں اللہ کو
پیادہ ہو گئے اور یہیں حضرت نظام الدین اولیا کے والد ماجد
سید احمد کی درگاہ کے احاطے کے جنوبی دیوار کے باہر جانب شرق
آسودہ خواب ہیں۔

برے قادر الکلام شخص تھے۔ مولوی شمس الدین شمس

پینڈت جواہر ناتھ کو لسانی، اسیر بیلوانی، اسیدا محمد ہلوی،
(مؤلف فرہنگ آصفیہ) وغیرہ ان کے شاگردوں میں سے تھے
ان کا دیوان غزلیات (دیوان زکی) ان کی زندگی ہی میں چھپ
گیا تھا۔ غالب نے چند سطر میں بطور سند لکھ کر دی تھیں۔ وہ اس
ساتھ موجود ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت پختہ اور نازک خیال
شاعر تھے۔ استاد کے کلام کی بعض خصوصیات مثلاً مضمون، آفرینی
دقت پسندی فارسی ترکیب وغیرہ کو انھوں نے بھانے کی کوشش
کی ہے۔ اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ بہت سا
کلام غیر مطبوعہ رہ گیا۔ تو ان کے خاندان میں موجود ہے۔
اب مختصراً تعاب ملاحظہ ہو۔

وضع بالیدگی شوق جو رہسید ہوتی

اسے زکی قطرہ نابہیز بھی دریا ہوتا
تمکین وضع و طرز تبسم میں دیکھے
انداز اس کی شوقی طبع سلیم کا
جیت صدحیف زکی زندگی تلخ اپنی

بے کسی کا اگر انجام یہ ہو، مرجانا
خواجہ عبدالغفار وفا و آخر

ڈھاکہ کا خاندان خواجگان بہت مشہور ہے۔ اس میں
دین و دنیا دونوں کے مشاہیر پیدا ہوئے۔ اصل میں یہ خاندان
کشمیر کا تھا۔ جہاں سے یہ لوگ تجارت کے سلسلے میں نقل مکان کر کے
ڈھاکہ میں بس گئے۔ سب سے پہلے جو شخص آئے وہ خواجہ مولوی
حفیظ اللہ تھے۔ اس سلسلہ طلائے ناب کی ایک کڑی خواجہ عبدالغفار
تھے۔ ان کے والد کا نام خواجہ عبدالغفور تھا۔ خواجہ عبدالغفار فارسی
اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں غزل و غنایاں اور
اس میں غالب سے اصلاح لیتے تھے۔ اردو میں غزل آخر کرتے
تھے۔ اور اس میں مشہور حافظ اکرام الدین احمد ضمیمہ سے تھا۔

غزل

سکونِ اضطراب آئے نہ آئے اُلٹ کر وہ نقاب آئے نہ آئے

ستار و رات بیتی جا رہی ہے وہ میرا مستِ خواب آئے نہ آئے

مری راتیں ترے جلوں سے روشن اُفق پر ماہتاب آئے نہ آئے

ترے قربان میں لے چٹم ساقی ادھر جامِ شراب آئے نہ آئے

لکھے جاؤں گا ان کو نامہ شوق ابھی خط کا جواب آئے نہ آئے

کلام اپنا پیامِ آشتی ہے جہاں میں انقلاب آئے نہ آئے

شمارِ اُن کی جفاؤں کا کریں کیا

رسا یومِ حساب آئے نہ آئے

غزل

غزل

نظر وارفتہ نگاہ کی معلوم ہوتی ہے

نہراں میں بھی مگوں کی دل کشی معلوم ہوتی ہے
پھر آساں ہونے والی ہے ہر اک و شوائی ہوتی

خودی پر کارنسہ مابے خودی معلوم ہوتی ہے
میں مشکوہ کرم ہوں اے نعم دل بخشے والے

مجھے یہ زندگی اب زندگی معلوم ہوتی ہے
یہ کس کی یاد کی شمعیں فروزاں ہو گئیں دل میں

مگر یہاں شام غم کی تیرگی معلوم ہوتی ہے
پلاٹے جام اے ساقی اٹھا اے سارے مطرب

طبیعت مائل انسر دگی معلوم ہوتی ہے
نظام دو جہاں پر کیا گذر جائے خدا جلے

نگاہ ناز میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے
بتاؤں کیا جنوں عشق کی وارفتہ سامانی

کہ ہشیار ی بھی اک دیوانگی معلوم ہوتی ہے
ہے قصاں اک جہاں بے خودی ہر ایک ذریعہ میں

کلید باب مستی چاندنی معلوم ہوتی ہے
بہاریں مسکراتی ہیں سحر کی جلوہ پاشی میں

فصلے گستاں بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے
زباں پر حامدی وہ درجہ کی بات آتی ہے

زمانہ والوں کو یہ شاعری معلوم ہوتی ہے

اُسے آساں ہو کیوں کرنے ترک مدعا کرنا

کہ جس کم نخت کو فکشل ہو عزم التحیا کرنا

یہ ہمت یہ جبارت ہے ہمیں آفتفتہ حالوں کی

وہ کیا جانیں ابھی تکمیل ہمسایان و فاکرنا

موافق ہونہ ہو آب و ہوائے کو چہ قاتل

بہر صورت ہمیں منظور ہے دل کا کھس کرنا

خدا آباد رکھے درد کی دنیا ہے دل میرا

مجھے تم سے بہت آساں ہے محتر بیا کرنا

کوئی ہنستا ہے تو غم آشنا دل چرخ اٹھتا ہے

یہ شبیوہ آپ کا حصہ ہے روتوں پر ہنسا کرنا

نہیں ملتے نہ ملے لیکن آتیا یاد رکھے گا

عموماً تاروا ہوتا ہے خون مدعا کرنا

علامات محبت ضبط پر بھی ہو گئیں ظاہر

کسی کو یاد کرنا آہ بھرنے رو دیا کرنا

جہاں عشق میں اتنی اجازت ہے ستم کش کو

جب اُن کا نام سُنا اسرو آہیں بھربیا کرنا

داوا کی مال

میں نے تمہیں کبھی خط نہیں لکھا لیکن آج میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ میں اپنے جذبات بے کم و کاست اس خط میں تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں۔ تمہاری زندگی میرے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ میں نے تمہارے بچپن کو دیکھا ہی نہیں بلکہ تمہارے ساتھ گلی ڈنڈا بھی کھیلایا ہے۔ میں نے تمہارے اُپرتے ہوئے شباب کو دیکھا جب درختوں تم پر فریفتہ تھے۔ اور اس المٹاک صدمہ کو بھی جو حال ہی میں تم پر بیتا۔ یہ صدمہ کوئی نیا صدمہ نہیں ہے وطن کی ان گنت عورتوں نے اس صدمے کو جھیلایا ہے اور جب تک سماج کے یہ بوسیدہ نظام ہیں پھیلتی رہیں گی۔

آج تم سماج کی آنکھوں میں ایک کانٹا ہو چسپا ہٹ، لعن طعن، گیدڑ جھکیاں سنسن کر تم سے گھل گئی ہو۔ تمہارا حسین چہرہ سیلا پر لگیا ہے اور جھانٹوں و جھروں کی یدنا لکیروں نے اس کو اور بھی بدنام بنا دیا ہے۔

تمہاری سہیلیاں سبلی، ڈولما، پلزم کو تمہاری شکل سے گھن آتی ہے تمہارے رشتہ داروں تم سے قطعی تعلق کر لیا ہے اور سب سے ناقابل برداشت بات تو یہ ہے کہ تمہارے والدین بھی تم سے میدے منہ بات نہیں کرتے ہیں۔

آج سے پانچ سال پہلے تم ایک بھولی بھالی کنواری روکی تھی۔ مجھے تم سے بڑا پیار تھا۔ میں ناجائز کتنی دفعہ تمہاری گلی میں سے گزرتا تھا تاکہ تمہیں دیکھوں۔ آہ! لیکن تمہیں پتہ بھی نہ تھا۔ مجھے

تم سے کتنا پیار ہے۔ میں نے دل ہی دل میں عہد کیا تھا کہ اپنی زندگی تمہاری زندگی سے وابستہ کروں گا اور اس خیال کے تئیں میں نے اپنے من مندر میں سُنپنوں کے کتنے حسین عمل تعمیر کئے۔ مستقبل کی دنیا میں کتنی دل فریب بہاریں دیکھیں، کئی دفعہ تخیل کے سہارے میں اپنے آپ کو تمہارے درمیان کھڑا کیا جہاں ہمارے درمیان باتیں ہوتیں۔ جہاں میں جذبات کی رو میں بہہ جاتا جہاں تم جذبات کی رو میں بہہ جاتیں۔ کبھی کبھی خیالات کی آغوا گہرائیوں میں ایسا کھو جاتا کہ مجھے گھنٹوں نیند نہیں آتی۔ میرے والدین خیال کرتے کہ مجھے بے خوابی کا مرض ہے لیکن کون جائے اُس وقت میرے خیالات پر تم چھائی ہوئی ہو اور تمہاری تصویر میری آنکھوں کے سامنے ناچ رہی ہے۔ کبھی جوشِ محبت سے میرے دل میں عجیب باغیانہ خیال اُبھرتا میں چاہتا کہ کاش میں ایک مریض بن جاؤں اور تم میرا علاج کرو۔ اپنی پیاری پیاری باتوں سے میرے دل کو دھارس دیں۔ پیار سے اپنی غزلی انگلیاں میری پیشانی پر پھیریں اور میں اس کے لمس سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔

اگر کوئی میرا انضیاتی تجزیہ کرے تو وہ اس سے حماقت سے محمول کرے گا، میری کمزوری سے تعبیر کرے گا اور تم خود میرے بارے میں کیا سوچو گی۔ تم تو تم، میں خود اپنی جگہ جبران ہوں۔ کبھی محبت احساسِ کمتری میں مبتلا کرتی ہے اور کبھی نمود و نمائش میں ایک ماہرِ نفسیات نے کہا ہے کہ عشق و محبت ایک اعصابی مرض ہے

لیکن لوگ کہتے ہیں "محبت" انسان کا لطیف ترین تخیل ہے۔ انسانی روح کی غذا ہے۔ اس کے بغیر انسان کی زندگی سُونی اور بھکی ہے، اس کے باوجود ایک طاقت مجھے اس کے اظہار کرنے سے روکتی تھی۔ لیکن ایک دن میں نے تمہیں اپنی محبت کا اظہار کر ہی دیا۔ لگا ہیں دو چار ہوئیں اور تم نے گاؤں کی ایک کنواری اظہار کی طرح اپنی شرمیلی نگاہیں نیچی کر لیں اور ایک لمحہ کے لئے خاموشی طاری ہو گئی۔ یہ لمحہ کتنا سہانا اور طرب آگیا تھا۔ اُسی ایک لمحے کے لئے ہم نے ایک دوسرے کے دل کی دھڑکنیں سنیں۔ اور پھر ہم اس طرح باتیں کرنے لگے گویا برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں میں وہ سہانی گھڑی کبھی نہیں بھول سکتا جب ہم نے شام کے ہند میں بیٹھ کر دریا کے درمیان اپنے گھروں کو دُٹے ہوئے ایک دوسرے کے ہونے کا عہد کیا۔

مجھے شاعری سے بڑا چاؤ تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شاعر ایک فن ہے اور فن کا مقصد زندگی اور صداقت کی ترجمانی کرنا ہے تاکہ اظہار نمود و نمائش میں نے داد طلب انداز میں بڑے زعم سے ایک دن تمہیں بتایا تھا کہ میں شاعر ہوں تو تمہاری پیشانی پر ایک شکن۔ ایک خم اُبھرا۔ جس میں ایک استفسار چھپا تھا۔ اس کے بعد میں نے تمہیں ایک البیلا سا گیت پڑھ کر بتایا لیکن تمہارے چہرے کی اُبھرتی مٹی شگنوں و تمہاری معصوم نگاہوں سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ تمہیں اس گیت کے بول سے بالکل دل چسپی نہیں ہے تمہیں تو ناچ سے بڑا لگاؤ تھا۔ جب گاؤں میں تیوہاروں اور اچھے اچھے دنوں کے موقعوں پر گاؤں کے نوجوان ناچتے تھے تو تم بڑے چاؤ اور انہماک سے دیکھا کرتی تھیں۔ ناچ سے ذرا بھر شوق نہ رکھتے ہوئے بھی میں نے محض تمہاری خاطر ناچ سیکھا۔ اور اونچے طبقے کے جوانوں کے ساتھ ناچنے میں سہمدی کیفیت محسوس کیا۔

تمہارے پریم نے مجھ میں گونا گوں نیلیاں کیں۔ ویسے بھی مجھ میں کمزوریاں کیا کم تھیں۔ میں اپنے ڈھیلے ڈھالے سے کپڑے

اور ڈھیل سی ٹوٹی کی طرف کبھی تو جہ نہیں دیا کرتا تھا لیکن جب سے یہ دودل ہم آہنگ ہوئے اُس دن سے یہ کوتاہیاں بھی جاتی رہیں۔ میں نے اپنے کپڑوں کی طرف خاص تو جہ دینی شروع کی اور ایک خاص زاویے پر اپنا معمولی کنسٹپ پہنے لگا۔

میں ہی کیا۔ مجھے ابھی طرح یاد ہے۔ تم بھی تو اپنی باتوں کا شکار ہو جاتی تھیں۔ تم خوش نشینی اور سگھر پائے میں اپنے کو تمام سہمیوں میں ممتاز بنانے کی کوشش کرتی تھیں۔ لیکن تم مجھے ہر وقت پیاری لگتی تھیں۔ اُس وقت بھی پیاری لگتی تھیں جب تم اپنے پاؤں کے پائنے کو گھٹے تک جھٹکاتے پھٹے سے گھسے سے کپڑے پہنے اپنے کھیتوں کو لپیڑ کرتی تھیں یا اپنی آنتیں تک سرکلے سرسوں کوٹنے میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اور اُس وقت بھی۔ جب تم اپنی ماں کے نیلے نیلے فیروزہ کے چار لائٹوں والے "پیرت" لگاتے سچ دھج کر میلے ٹھیلے دیکھنے نکلتی تھیں۔ اور تم ہی کیا رہتی! مجھے تمہارا سارا گاؤں پیارا لگتا تھا۔ گاؤں کا ایک ایک فرد پیارا لگتا تھا۔ اور تمہارے گھر کی پالی پوسی بلی تک میری نظروں میں پیاری لگتی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گرمیوں کی چلیچلاتی دھوپ میں لمبے سینے میلان۔ اونچے نیچے والی تنگ گھائیاں طے کر کے تمہارے پاس آئے ہیں ایک روحانی انبساط محسوس کرنا تھا۔ یا اگر کوئی طعنے قری سردی میں فری ہواؤں کے جھلکے درمیان تمہارے پاس آئے ہیں کچھ بھی تکلیف محسوس نہیں کرنا تھا۔

آہ! وہ دن کتنے پیارے تھے۔ وہ شاہیں کتنی سہانی تھیں۔

چاندنی کیا ہی طرب آگیا تھی۔ تمہاری یاد سے یہ دنیا بہت ہی حسین اور یہ زندگی خوشیوں اور مسرتوں کی لامتناہی دیوار کی طرح پھیلائی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور چاند کی ٹھنڈی چھاؤں میں یہ کسک اور بھی بڑھ جاتی تھی۔

لیکن اب ان گئی گزری باتوں کو کریدنے سے کیا ہوگا روتی۔

یہ تو اب جلتے ہوئے زخموں پر نلک پاشی ہے۔

اور پھر ایک روز۔ اس خبر کی جھٹک میرے کان میں پڑ گئی

کہ تمہارا دامن تنہا روپ سے باندھ دیا گیا ہے۔ تنہا روپ ہو گاؤں کے سب سے امیر زمیندار کا کار کا ہے اور پھر اُونچے گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ تم تنہا روپ اکیلے ہی عورت بن کر نہیں جا رہی تھیں بلکہ اس کے منہ سے اور چھوٹے بھائی کی بیوی بن کر بھی جا رہی تھیں۔ جب تمہیں اس سے آگاہ کیا گیا تم اُس روز بہت روٹی تھیں۔ تم نے اس کے خلاف احتجاج کیا لیکن تمہاری آواز تمہارے والدین اور عزیز واقارب کی آواز میں مدغم ہو کر رہ گئی۔ وہ تمہیں دم دلا سہ دیتے گئے۔ میری پیر کی باتوں کو اُلٹ پلٹ کر سنانے لگے جس کی بہتر ان اس فقر سے پرہیز کر لیتی تھی۔ تم کتنی خوش قسمت ہو روٹی تمہاری شادی ایک ایسے گھرانے میں ہو رہی ہے جہاں بیش و عشرت کی فراوانی ہے۔

اپنے والدین کے سامنے تمہاری زبان لنگ پڑ گئی جنہوں نے تمہیں پال پوس کر بڑا کیا تھا لیکن تمہارا دل کہہ رہا تھا میرے ماں باپ! عورت دولت کو ہی نہیں چاہتی ہے، عشرت کو ہی نہیں چاہتی ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ خلوص دل کے پیار کو چاہتی ہے۔

دوسرے دن جب میں تمہارے پاس آیا تو تم اپنے مکان کی کھڑکی کے داسے پر بیٹھی تھیں لیکن آج تم بڑی سہمی اور گھبرائی ہوئی نظر آتی تھیں۔ تم نے آستہ ہی اپنی مجبور کہانی مجھے سنا دی، کیا تمہیں کچھ معلوم ہے؟ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے جب تم مجھ وہ دکھ بھری باتیں سنا رہی تھیں مکان کے تنہے کی آڑ میں سے کون جھانک رہا تھا۔ رگنیل۔

جس نے اس ملاؤ کو ناش ہی نہیں کیا بلکہ اس معمولی سے واقعہ پر دم چھلا بندھ کر ہمارے خلاف ایسی بہتان تراشیاں کہیں کر ہم سب کے نزدیک ذلیل ہو کر رہ گئے اُس روز سے تم پر کڑی نگرانی رکھی گئی تمہاری ایک ایک حرکت جانچی پرکھی گئی۔ اُس دن سے آج تک میں نے تمہارے گاؤں کا رخ نہیں کیا۔ اس واقعہ سے تمہارے دل پر بڑی چوٹ لگی۔ تمہاری شوخیاں چلی گئیں اور تم ہمیشہ ادا س رہنے لگیں۔ اُس دن سے میں نے اپنے شکست خوردہ دل کی کامرانیوں میں غمیل کے مہارے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ میں ہوسے ہوسے خوابوں کا ایک حسین

مر میں محل تعمیر کرتا اس پر پرواز کر کے چڑھتا۔ رنگین منارے نصب کرتا اور ان پر دھیرے دھیرے سترے کس کی چادریں پھیلاتا۔ لیکن جب یہ عمل نقطہ عروج پر پہنچتا تو میرے خوابوں کا کلمہ ایک سخت ٹوٹ جاتا اور میں محل کے پرواز کر کے، رنگین منارے اور سترے کس دھڑام سے نیچے آ جاتے۔

آخر ایک دن وہ ساعت بھی آگئی جب تمہارے مکان پر سچا چمکا ہوا عروسی گھوڑا آیا۔ تمہاری شادی کا انتظام بڑے طمطراق سے کیا گیا تھا۔ کچھ میں تمہارا چہرہ برا بدن میں قیمت گہنوں میں چھپا ہوا تھا۔ جنہوں نے تمہیں دیکھا اُن کا یہ بھی کہنا ہے تم اُس رات بہت ادا س نظر آ رہی تھیں۔ تم میں اُس نئی نوعیت کی دلچسپی نہیں تھی جس کا دل حسین ارمانوں سے آباد ہوتا ہے۔ کہتے ہیں۔ تمہاری رات کا منظر بہت پر کیف تھا۔ خاص کر وہ منظر بہت ہی دلکش تھا جب تمہارا سچا سچا عروسی گھوڑا محکمے کے بیچ میں جھکے کھاتے لگا لوگ "یشا، یشا، یشا" کی خوشیوں کی صدا میں دسے رہے تھے اور برات ترک و احتشام سے بڑے زمیندار کے اُچھے مکان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

گاؤں کے بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ جیسی رونق انھوں نے تمہاری رات میں دیکھی آج تک کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ آج کی رات بڑے زمیندار کے مکان سے خوش آئند نئے گونچے تھے۔ آج کی رات تمہارا اپنا مکان جگمگاتی ہوئی روشنیوں سے نور کا بقد بنا ہوا تھا۔ لیکن یہی رات تمہارے اپنے لئے زندگی کی ایک المناک رات تھی۔ آج کی رات تمہاری زندگی غم کی گہری پر چھاؤں سے کرا آئی۔ آج سے تمہارے لبوں پر کسی نے مسکراہٹ نہیں دیکھی، تمہارے چہرے پر سرد تپیں دیکھا، تمہارے سیاہ بالوں میں تپیل نہیں دیکھا۔ تمہاری شادی کی مہر دیا اتنی حسین اولیٰ کاش نہیں تھی روٹی جنت اس کا انجام المناک ہے۔ تم مجھ سے تو بہت دور تھیں لیکن واقعتاً تو میرے کانوں سے دُور نہیں تھے۔

تم ایک پڑھی لکھی لڑکی تھیں۔ مدرسے میں تم نے کتنا ہی پڑھی تھیں۔ جن سے تم نے اخلاق کی باتیں سیکھیں تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے تم کبھی کبھی باتیں دسائیں ہیں کچھ چاندیں تصویریں جن میں نوخیز لڑکیاں ہوتی ہیں نوکندھوں پر بند و قیس نیچے مارچ پاسٹ کر رہی ہیں۔ لڑکیاں جو ہسپتالوں میں ڈاکٹری کام کر رہی ہیں تم ہیرت و حیرت سے ان تصویروں کو دیکھ کر قی تھیں۔ یہ بھی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ہوسے سے ان تصویروں کی طرف دیکھتے ہوئے ایک واقعہ تم نے کہا تھا۔ اور جب میں نے تمہیں بتایا کہ اس دنیا میں بہت سی سیاتندان عورتیں بھی ہیں۔ عورت سیاتندان بھی ہے عورت ادبیر بھی ہے، عورت شاعرہ ہے۔ تو تم حیرت سے اپنی آنکھیں پھیلائے میری طرف دیکھتی رہی تھیں اور میں تمہارے چہرے کی اُمنگ بھری لکیروں کو بہت دیر تک پڑھتا رہا تھا۔ لیکن اس کے ڈھائی سال بعد تمہاری اُمنگوں کا ہواب اس طرح سے ملا کہ تمہیں تین انسانوں کے گلے مرہ دیا گیا۔ اور تم پوپیا کرنے والی ایک کل بن کر رہ گئی۔ لیکن تمہاری حساس طبیعت زیادہ دیر تک اسے برداشت نہیں کر سکی۔ تمہارے سینے کے اندر ایک دل تھا جو ایک پریم کے لئے دھراک سکتا تھا۔ جو ایک ماں اور ایک باپ کو پیار دے سکتا تھا۔

اور ایک دن ہم نے ٹنا کہ سب کی منتوں اور مشوروں کو بالائے طاق رکھ کر تم نے اپنا سسرال چھوڑ دیا۔ سماج کی قوانین آنکھیں چمک اٹھیں۔ بزرگوں نے انگلیاں اٹھائیں۔ اڈوس پڑوس کی عورتیں گلے نشے دیتے لگیں۔ پڑھ لکھ کر یہ تو بیت! ماں باپ کے اچھے نام پر دماغ لایا۔ ایسی لڑکی ہونے سے تو ہزار بھلا تھا کہ اوپے کا ایک ٹکڑا ہوتا جلاسنے کے کام تو آتا۔ کسی سے لاگ پیٹ ہو گی تبھی تو اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیا۔ اس سے کو دمرتی اچھا تھا، کبھی... بے حیا... جب تم اپنے گھر گئیں تو والدین نے بھی سب سے مہربان نہیں کی۔ تمہارے اپنے ایک بھائی اچھا

نے تمہیں اس صورت میں دیکھ کر ناگ بھوں پر اٹھائی تو تمہیں اپنی جان سے زیادہ پیارا تھا۔ جب وہ بیمار ہوتا تھا تو تم ساری رات اُس کے سر ہاتھ پر جا گتی رہتیں جس نے ڈوٹی، پلڈیس، ایسی کئی دواؤں سے رومان بڑے نفے اور ایفر میس کسی کا بھی نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے باوجود وہ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا اور من کا دلا تھا۔ کسی نے ان کی حرکتوں پر مہمت نہیں کی تھی۔

تمہاری چہریتی سہیلیاں تسلی، پدما، دنیا بھی تم سے بچھرا گئیں تمہارے عزیز واقارب تمہیں ستا رہے تھے، لگاؤں سے دیکھنے لگے ان حالتوں نے تمہاری زندگی کو اجیرن بنا دیا۔ و فور تم سے گلے گلے کر تم کا تاج جیسی بن گئیں۔ تمہارا حسین چہرہ پیلا پڑ گیا اور جھروں و جھایوں کی گھناؤنی لکیروں نے اس کو زیادہ بھیجا تک بنا دیا۔ لوگوں کو تمہاری شکل سے گھن آتی تھی۔ تمہارے ان چلے ہوئے زخموں پر نمک پاشی تب ہوئی جب گلے کے بانئید لوٹنے نے وہل پھینک تماشا بین ہوانوں کی شہرہ میں آکر تمہارے پیر سے کو چھینی سے مناسبت دے کر شور مچانے لگے۔ یہ وہ گفتیں تھیں جو تم جیسے اباب نازک اندام لڑکی پر گزریں سارا عالم اس وقت تمہیں اپنا دشمن نظر آنے لگا جس میں بسے والے انسان اُن گنت سانپوں اور چھوٹوں کی طرح پھن پھیلائے پھنکا رہے ہوں۔ تم تو میری نگاہوں سے اوجھل تھیں روتی، لیکن میں تمہارے متعلق مسلسل مستند رہا۔ کبھی مستند تم بیماری سے سسک رہی ہو، کبھی مستند تم اپنا دم توڑ رہی ہو اور کبھی جراتی کہ تمہارے دماغ نے ہواب دیا ہے اور بات دن بڑھاتی رہتی ہو لیکن پھر بھی میں بس لیتا کہ تم زندہ ہو۔

آج دو سال کے بعد میں تمہارے پاس سے گزرا ہوں تم اپنے دروازے پر کھڑی ہو۔ مجھے دیکھتے ہی تم نے اپنا جھروں سے بھرا ہوا بوڑھا چہرہ پھپھانے کی ناکام سعی کی اور ایسا کرتے ہوئے شاید تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہاری شکل دیکھ کر مجھے گھن آجائے گی میں طرح تمہاری سہیلیوں اور عزیزوں کو آتی ہے۔ اور شاید تم یہ سمجھ بیٹھی ہوں گی کہ میں شہر میں عیاشی سے اپنی زندگی گذرانا ہوں گا اور کسی دفتر میں بڑا افسر بنا ہو گا۔ ایک دن

تمھارے مکان کے سامنے میں نے تم سے کہا تھا۔ روتی۔ میل گئے
 پڑھنا پڑھنا ہوں۔ لیکن جونہی دسویں میں پاس ہونے کا زبردست
 ملا۔ ماں کی آہ دیدہ آنکھیں پھر گئیں اور باپ کا پر اُمید غموم چہرہ
 آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ بیٹا تم نے اب بہت پڑھ لیا۔ اب
 کچھ کام شام ڈھونڈو۔ میرے بازو میں اب کچھ طاقت نہیں۔
 باپ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میرا گلہ زندہ گیا اور دل بھر آیا تبھی
 سے میں نے آگے پڑھنے کا خیال اپنے دل سے اُس کانٹے کی طرح
 کھرچ پھینکا ہے۔ جو کانٹوں کی جھاڑ پھینکنے تلوار سے پڑ جانے سے چھ
 جانتے ہیں۔ اب تو میں نے سرکاری ملازمت بھی اختیار کی ہے۔ کوک
 ہوں ۸۵ روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ یعنی ۵۰ روپے اصلی تنخواہ
 ۲۵ روپے فرنیچر الاؤنس اور دس روپے قسط الاؤنس ملتا ہے۔ تم
 ہی سوچو روتی۔ اس بڑے کنبے کے گوارے کا انحصار اتنی تنخواہ پہ
 روتی تمھیں یہ جان کر بڑی حیرت ہوگی کہ میں نے شادی
 کی ہے۔ ماں شادی۔ لوگ تو سمجھتے ہیں کہ رینجین ایک خشک لمبے جولا
 ہے جس کو ازدواجی زندگی سے قدرہ خبر بھی پریم نہیں۔ روتی۔ یہ تو
 لوگوں کا غلط خیال ہے میں ازدواجی زندگی کا مخالف نہیں بلکہ
 ایک خوش گوار ازدواجی زندگی کے حق میں ہوں۔ میرے سینے میں
 بھی ایک دل ہے جو امنگوں کی تنیش سے دھکتا ہے۔ لیکن میں تو ہمیشہ
 ایک ایسی ازدواجی زندگی کا خواہاں ہوں جس ماحول میں رہ کر انسان
 اپنی ذمہ داریاں... نبھاسکے۔ اپنے بچوں کو وقت کے تقاضے کے
 مطابق تعلیم دلا سکے۔ جس ماحول میں انسان کتابیں پڑھ سکیں کتابیں
 خرید سکیں اور اپنے گھر کو معاشی بد حالی کی بنا پر ہونے والی دانتا کل کوں
 سے بچا سکے جیسا کہ اکثر ہم اس ماحول میں دیکھتے ہیں۔ لیکن آنکھو میری
 ہی بیوی نہیں بلکہ میرے چھوٹے اور ننھے بھائی کا اس پر اتنا ہی حق
 ہے جتنا حق میرا ہے۔

میں اب اس ازدواجی زندگی سے بہت نالاں ہوں روتی
 آنکھو میری عورت ہے لیکن جیون ساتھی نہیں۔ آنکھو کو میرے

گلے مرادھ دیا گیا ہے۔ میں نے اُس سے شادی نہیں کی ہے۔ اچھی
 روتی! تم بہت جانتی ہو۔ میں کتابوں کا کتنا شائق ہوں۔ کتابیں میری
 جان ہیں کتابیں میرا متن ہیں۔ انھیں کتابوں میں میں نے دھرم اور
 اخلاق کی اونچی قدس دیکھی ہیں لیکن جب میں اپنی زندگی کی گڑیاں
 اخلاق اور دھرم کی اُن گڑیوں سے ملاتا ہوں تو میرے سینے میں
 ہوک سی اٹھتی ہے۔ حوادث کے پھیر پڑوں کو سہارا دیتا لیکن فیمیر کی
 اس ہلکی آواز کو بھی نہیں سہارا سکنا۔ کتنی خالی غولی اور کھوکھلی ہے
 یہ زندگی!!! چار بجے جب میں دفتر سے گھر آتا ہوں جی چاہتا ہے
 کہ آنکھو سے کچھ باتیں کروں۔ پیاد کی باتیں، محبت کی باتیں، اس
 تفکین کو دور کروں جو دن بھر غنیم فانیوں پر چھینکنے کی بنا پر ذہن
 پر غنودگی کی طرح چھائی رہتی ہے یا اُن چھڑکیوں کو تھوڑی دیر
 بھول جاؤں جن کو میرے کان کھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔
 لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آنکھو ایسا نہیں کر سکتی۔ اُس نے
 اپنے دل کو جیر کر تین حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ میرا اپنا ایک
 دل پتھر کی طرح جامد ہو گیا ہے۔ کاش میں کھٹناٹیاں فیمیر میں
 گھٹا سکتا ہو وقت ہمیں مسل پلاتا رہتا ہے لیکن میں آنکھو کو
 کیوں دوش دوں اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ میں آنکھو
 کو کبھی برا نہیں کہوں گا روتی! کبھی نہیں۔ وہ تو محض بھولی بھالی سی
 لڑکی ہے۔ باتیں تو بہت کم کرتی ہے۔ جب میں کبھی دکھ کی باتیں
 اس کو سنتا ہوں تو اس کی نینیں بھیک جاتی ہیں اور وہ بڑی
 دیر تک بھی نہیں سمجھتی ہے۔

اچھی روتی مجھے یہ جان کر خوش ہوئی ہے کہ تم ایک بچی کی
 ماں بھی بنی ہو۔ تم نے اس کا نام داؤا رکھا ہے۔ داؤا۔ چاند!
 کیا ہی پیارا نام ہے۔ میری دعا ہے تمھاری یہ چاند اپنی اُسی
 چاندنی سے دلوں میں پیار کی بوت جگائے۔ اب آنکھو کو بھی
 ایک بچی پیدا ہوئی ہے۔ ہم نے اُس کا نام نیما رکھا ہے۔ سورج
 کبھی کبھار اس آنکھو سے کہتا ہوں۔ آنکھو اپنی ننھی کا ہمیشہ

تخیال رکھنا۔ جب نفسی بڑی ہو جاوے گی تو اس کی اُن خواہشوں کا احترام کرنا جس پر بس کی حیات کھڑی ہے۔ وہ پرسن کر سکر اوتی ہے اور بڑی سادگی سے کہتی ہے۔ پیچی کیا خواہش رکھے گی۔

داوا کی ماں! تم یہ بہتر سمجھ سکتی ہو کہ پتی کیا خواہش رکھتی ہے۔ اب تو نوجوان انگلو کے چہرے پر وقت سے پہلے بھریوں نے اپنی گھناؤنی پرچھائیاں ڈالنی شروع کی ہیں اور اس کے بالوں میں سپیدی کا پرتو پڑ چکا ہے۔ یہ بھریوں سے بھرپور چہرے مجھے زندگی کا ایک انمول سبق دیتے ہیں۔ یہ بھریاں ہمیں بلکہ ہمارے سماج کی "عنائیں" ہیں جو ہم نے اپنے آبا سے ورثہ میں پائی ہیں۔ جن کی تہ میں ہے زبان لڑکیوں کی روندی ہوئی آرزوئیں ہیں۔ اُن کے چہرے کے لرزتے ہوئے آنسو ہیں۔ ہونٹوں کی خاموش نفاں ہے۔ وطن کی اُن گنت عورتوں نے اس مدرسے کو جھیلنا ہے اور جب تک سماج کے یہ پوسیدہ نظام..... ہیں جھیلتی رہیں گی۔

داوا کی ماں! یہ آرزوئیں آخر تک روندی جائیں گی۔ یہ ہونٹوں کی خاموش نفاں اودیر لڑتے ہوئے اُنسا ایک دن رنگ لائیں گی۔

اور یہ مجھریاں انقلاب کے پھول اُگا ئیں گی اور تم بھی تو اس انقلاب کی جہم دانا ہو رتی! تم ماں ہو۔ ماں بہت بڑی ہوتی ہے۔ بہت اوجھی ہے۔ ماں کی عظمت۔ ماں حیات انسانی کا سرچشمہ ہے۔ اسی نے جیساے مردودوں کو جنم دیا اور اسی کی کوکھ سے وہ جوان مرد ابھرے ہیں جنہوں نے انسان اور انسان کے درمیان ظلم اور امتیاز کی دودھاری تلوار کی جگہ پیار و محبت کے پُل ملائے ہیں۔ تمھاری داوا بھی تو آج کی پچی اکل کی ہیں اول مستقبل کی ماں ہے!

داوا کی ماں! آج تمھاری زندگی نے تم سے ایک سوال کیا ہے وہ سوال کیا ہے؟ جب تمھاری یہ جگہ پارہ سن رشید کو پہنچے تو اس کی قسمت کسی سے وابستہ کرتے وقت اُس کی مالی راحت دیکھنے سے پہلے اپنی داوا کی اُس چھوٹی سی خواہش کا بھی خیال رکھنا جو اس کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے اور جس خواہش کو اس نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر پروان پڑھایا ہے۔ اور یہی چھوٹا سا فرسودہ نظام پر پہلی ضرب ہے۔

خریداروں سے

پیمپوش کے خریداروں سے التماس ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ اُن کا پہلے سال کا چنڈہ ختم ہو رہا ہے۔ پیمپوش کو جاری رکھنے اور اس کو زیادہ مفید بنانے کے لئے ضروری ہے کہ رسالہ کو مالی اعتبار سے آسودہ حال بنا دیا جائے۔ لہذا گزارش کی جاتی ہے کہ آپ اپنی اولین فرصت میں پیمپوش کا پیشگی چنڈہ ارسال فرما دیں تاکہ رسالہ آپ کے نام برابر جاری ہوتا رہے۔ جن معزز خریداروں نے ابھی تک چنڈہ ارسال فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ہے اُن سے بھی درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جلد از جلد چنڈہ بھیج کر ممنون فرمادیں۔

(آئیری نیجر)

مائی اور کمہار

اگر ایسا ہو تو پھر؟" اور پھر ادھوری ہی بات سن کر اس کی سوچیں چوکھڑیاں بھرنے لگی ہیں، پھدک اُٹھتی ہیں۔ اس پڑیا کے بچے کی طرح جو پہلی بار کھولنے سے باہر آکر اڑنے کی مشق کر رہا ہو۔ ہلکا سا اشارہ یا کر راجہ اپنے لئے نیتے نکلنے لگتا ہے۔ مصومیت کو بغرض نہیں کہ نتیجہ درست ہے یا غلط۔ وہ تو اُلجھاؤں سے بھاگنا چاہتی ہے اور جو نہی ذہنی اُلجھاؤ ڈراؤ ڈھیلے ہونے لگتے ہیں راجہ اُگے کچھ سننے کی پروا نہ کر کے قلعہ چھوڑ چلا آتا ہے۔

"ماں یا پاپا مجھے پتہ ہے۔"

تیسری جماعت کے نصاب میں اُسے ہال بھانٹا اور سماج دگیان نام کی دو کتابوں کے ساتھ خاصی دل چسپی ہے۔ کھیل کود سے تنہا کر کے جب وہ ماں کے اصرار پر کتابوں کا پتہ کھولتا ہے تو اکثر ان میں دو کتابوں کی ورق گردانی شروع ہو جاتی۔ حساب سے وہ کئی کرتا تھا۔ نقار شاہید اس لئے کہ میں خود بھی ہندوؤں سے گھبرا جاتا ہوں۔ یا ہو سکتا ہے کہ حساب سے راجہ کو متفر کرنے کا ذمہ دار وہ تھیں۔ ہو جو ایک دن میں نے جم تفریق کے سوال کرانے وقت اُسے جھنجھلا کر مارا تھا۔

ماں تو سماج دگیان میں اس نے مٹروں کمار کی پتیر بھکتی بھی پڑھی اور ستیہ وادی راجہ ہرش چندر کی کہانی بھی۔ دونوں کہانیاں اُسے پسند آئیں لیکن جب مٹروں کے سینے میں دشر تھ

سات سال کے راجہ کی ہر ادا مصوم ہے۔ باتیں مصوم، قہقہے مصوم، سوچیں مصوم اور کھیل کود کے انداز مصوم، ستونی، چلیلاہٹ اور پتلی پن نے مصومیت کو اور بھی نکھارا ہے۔ چھوٹی سی دنیا ہے راجہ کی۔ گھر سے لے کر گلی تک، باہر گلی سے لے کر اپنے سکول تک لیکن راجہ اپنی اس مختصر سی دنیا کی حدیں ہر وقت، ہر دن اور ہر ہفتہ بڑھاتا رہتا ہے۔ ہر نئی چیز، ہر نئے عنیال اور ہر نئے آدمی میں راجہ کے لئے کشش ہے اور وہ پورے انہماک اور مستعدی کے ساتھ ہر معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پوری لگن کے ساتھ۔ مصوم عقل کچھ سمجھتی ہے کچھ نہیں سمجھتی، پھر بھی ہر نئے پن پر خیالوں کے جالے پھینے لگتی ہے۔ آن جاتی باتوں کے ڈانڈے جانی پہچانی باتوں سے ملتی ہے۔ مشابہتوں کا جائزہ دیتی ہے۔ غیر مشابہ باتوں کو کھوجتی ہے اور پھر رد و قبول کے عمل سے نیتے نکلنے لگتی ہے۔ یہ نتیجہ کبھی صحیح بھی ہوتا ہے کبھی غلط بھی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش میں راجہ کی سوچیں گڑبگڑ کر رہ جاتی ہیں دھاکے اُلجھ جاتے ہیں اور راجہ اس اُلجھاؤ میں پھنس کر جھٹ میری طرف بھاگ آتا ہے۔ سوالوں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ کجوں اور کیسے کا تانا لگ جاتا ہے۔ بات کی تہ تک پہنچنے کی اس دھن میں راجہ میرے اچھے برے موڈ کی بھی پیڑا نہیں کرتا۔ برابر پوچھ جاتا ہے "پاپا جی! ایسا کیوں ہوتا ہے ایسا کیوں نہیں

کا تیر پیوست ہوا تو راجہ نے بھی کئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور مدھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”راجہ تم کا ریکوں کرنے میں پاباچی؟ اندھیرے میں تیر کون مار رہے ہیں۔ کیا دشر تھ کوئی اندھا تھا۔ دیکھ کر تیر کیوں نہیں چپلایا؟“

راجہ کے لب و لہجے سے مجھے محسوس ہوا جیسے شروع شروع میں کما کوئی افسانہ کو رد تھا۔ راجہ کا ہی لڑک بھائی ایک ہم جہلی تھا جسے تیر تپا دیکھ کر راجہ کا کامل من خود بھی تیر پڑ اٹھا ہو۔ معصومیت پہلی بار گھائل ہو چکی تھی۔

ہر شے اپنے رے کے امید کا خوش گوار انجام راجہ کو پسند آیا۔ خاص کر دوست کا مرگ پر زندہ ہونا۔ اتنا پسند کہ اس دن راجہ نے شروع کر کے ایک تصویر بھی اپنے اہم میں پسپا کر دی اور راجہ ہر شے چند کی تصویر بھی۔

اہم میں تصویریں چیکنا نا اب راجے کا ایک شغل بن گیا ہے۔ سکول سے آکر وہ ہر نئے سبق کو پھر سے پڑھ لیتا ہے، پھر سوچتا ہے، پھر پڑھتا ہے اور جب اس کی سوچوں کو کوئی کمال مل جاتا ہے تو وہ احتیاط اور شرم و حاکم کے ساتھ فیصلے کر کتاب سے اپنے نئے امیر کی تصویر کاٹ لیتا ہے۔ اسے تراش غراش کر درست کر لیتا ہے اور پھر اہم میں چپکا لیتا ہے۔ لیکن راجے کا اہم اتنا سستا نہیں ہے کہ ہر تصویر کو اس میں جگہ مل سکے۔ وہی تصویر اہم میں چپک جاتی ہے جس کو راجہ کے چھوٹے نئے دل میں جگہ مل گئی ہو۔ اس لحاظ سے راجے کا اہم اس کے دل کے چتر پٹ کا ایک ظاہری روپ ہے۔

کچھ دن ہوئے مجھے راجہ کے اس اہم کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں ہنگو ان پر بھی تھے اور مہادیو بھی۔ یہاں راجہ را مجند بھی تھے اور مہارانی سیتا بھی۔ بالوں کی تصویر بھی یہاں چپک گئی تھی اور چاچا مہادیو بھی براجمان تھے۔ ہر تصویر قرینہ سے چپکانی گئی تھی اور اس قرینے کے پیچھے گہری شرم و حاکم کا ایک شفاف سوتا بہتا نظر آ رہا تھا۔

گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہو گئیں تو راجہ کی پڑھائی کی طرف مجھے زیادہ توجہ دینا پڑی۔ پچھلے سبق راجہ کو اتنا یہ ہو چکے تھے اس لئے بال بھاشا اور سماج و گمان کے اگلے سبق شروع ہو گئے۔

پہلے دن مہارانا پر تاپ سے تھک رہا ہوا بقیہ رفتار چیتیک پر چڑھ چکے تھے اور بادرب موٹھوں کے لئے رخ پر تاپ کی تصویر کو راجہ کافی دیر تک غور سے دیکھتا رہا۔ پھر یکایک پوچھنے لگا۔

”اکبر مسلمان ہوتا ہے یا پاپا؟“ میں نے اثبات میں سر ہلادیا راجہ نے پھر پوچھا۔

”اکبر نے سواڑ پر حملہ کیوں کیا تھا؟“

”سواڑ کو جیتنے اور اپنے راجہ میں ملانے کے لئے۔“

”مہارانا پر تاپ ہنس دیتا تھا؟“

”ہاں“ میں نے بنا سوچے سمجھے ہی ہاں میں ہاں ملا دی۔

”اور مان سنگھ راجپوت نہیں تھا کیا؟“

”ہاں مان سنگھ بھی راجپوت تھا بیٹا۔“

”پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ کیوں مل گیا تھا؟“

اب میں چونک گیا اور ٹوک کر کہا۔ ”یہ ہندو مسلمان کی کیا رٹ لگا کر ہے تو نے۔ وہ تو بادشاہت کی باتیں تھیں۔ مان سنگھ اکبر کا وزیر تھا اس لئے اپنے مالک کی طرف سے لڑا۔“

”پاکستان بھی مسلمان ہے یا پاپا؟“ راجہ نے سوچ کر ایک اور جیت لگائی۔

میں بڑبڑاسا گیا اور نئے راجے کو اس خطرناک چکر سے نکلانے کے لئے میں نے اپنے پیچھے میں سختی پیدا کی اور کہا۔

”بس اب رہنے بھی دے اپنا سبق یاد کر۔“

اور راجہ مرعوب سا ہو کر چپ ہو گیا۔

میں نے راجے کو چپ تو کر لیا لیکن اس کے ہر س

پکے ذہنی رجحان نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا۔ اس دن میں اسی خیال میں سوچی رہا تھا کہ راجہ کے نفع سے ذہن کو تعصب کی اس آلائش سے کیسے بچایا جائے۔ طبعی امتیاز کے اس زہر کو روکا کیسے جائے۔ میں ابھی اس گھٹی کو الجھا بھی نہ سکا تھا کہ ایک دن راجہ نے ایسا ہی ایک اور قصہ چھیڑ دیا جس میں ہندو تھا۔ مسلمان تھا۔ سکھ تھا۔ عیسائی تھا۔

میں سٹپٹا یا جس زہر کو میں روکنا چاہتا تھا۔ وہ مصیبت کے لگ بھگ میں صراحت کرتا پلا جاتا تھا اور افراد انسانی ت اس زہر کو روکنے کے بدلے اور بھی پھیلے جاتی تھی۔ رینہ دانستہ۔ ڈنیک کی چوٹ آئی ہے یہ کیا زہر کہ۔ میرے پاس تریاق ہی کون سا تھا جو اس زہر کو جانی کا تدارک کرتا۔ زچ ہو کہ میں نے راجہ کو ایک گھر کی سنادی اور وہ پلک کہ جھاگ گیا۔ راجہ تو چپکلا گیا لیکن میری پریشانی بڑھنے لگی۔ بچی مٹی پر محسوس لکتن جلتے جا رہے ہیں۔ اس کا سدباب ضروری ہے۔ اگلے دن ہسپتال کی جھانسی کی کمانی پڑھی گئی۔ رانی کی جان بازی نے راجہ کو بہت تشدد کیا۔ وہ رانی کی اس تصویر کو دیر تک دیکھتا رہا جس میں لکشی بائی دن چٹائی پر گر گھوڑے پر سوار دکھائی گئی ہے۔ گھوڑے کی یاگ اس نے دانتوں میں دبائ رکھی ہے اور دونوں ہاتھوں میں خون آشتام تلواریں خیالات پیرا لچھ گئے اور راجہ پوچھنے لگا:

"عورتیں بھی لڑتی ہیں یا پاپا؟"

"ہاں بیٹا۔ جب ضرورت پیش آئے تو عورت تو ابھی اٹھا لیتی ہے۔"

"وہ لڑتی بھی نہیں؟"

"ڈرنا ہے کا؟ ڈرتے ہیں کا پیر۔"

"لکشی بائی بڑی دیر بھتی کیا؟"

"بڑی دیر ناری بھی بیٹا"

"انگریزوں کے ساتھ اس کی لڑائی کیوں ہو گئی؟"

بھارت کی آزادی کے لئے۔ انگریز آزادی نہیں دیتے تھے اور لڑائی اور بھارت کے ہندو مسلمان بھی آزادی چاہتے تھے۔ "مسلمان بھی؟"

"ہاں بیٹا۔ اس جنگ میں ہندو مسلمان ایک ساتھ لڑے۔"

"آزادی مانگنا کوئی پاپ ہے کیا؟"

"پاپ نہیں ہے۔ پر کبھی کبھی اسے پاپ بھی سمجھا جاتا ہے۔"

"میرے؟ آزادی مانگنا پاپ کیسے بن جاتا ہے؟"

"جب جیتنے والا مذکر سے اور دینے والا نہ دیتا چاہے۔"

"دھانڈی پر اتر آئے۔"

"انگریز دھانڈی کرتا تھا؟"

"دھانڈی ہی کی تھی بیٹا۔ جی تو لڑائی ہو گئی۔"

"کیوں؟"

میں اس کہوں کا آسان سا جواب سوچ ہی رہا تھا کہ راجہ اچک کر الیکشنی آیام کی یاد تازہ کرتا ہوا "دھانڈی نہیں چلے گی۔ بے ایمانی نہیں چلے گی۔" کی ٹانگ لگا کر اپنے بھولیوں میں پہنچ گیا۔ شام کو جھانسی والی رانی راجہ کے اہم میں آگئی۔

جھگڑ سٹھک کی چھانسی اور جلیا لڑا لڑا رخ کی خوشچال داستان پڑھ کر راجہ کی پیاری پیاری معصوم آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اسے جذبات نے غلبہ کر دیا۔ رقت لہاری ہو گئی اور وہ ہونٹ پسیا چپکا کر رہ گیا۔ اس روز خلاف معمول راجہ نے کوئی سوال بھی نہیں پوچھا۔

دن بھر جھٹپٹا تارٹا، کھویا کھویا سا، معصوم ذہن ایک بار بچسہ گھائل ہو گیا تھا۔ میں طرفان کی اس شدت کو جھانپ گیا جس نے معصومیت کی پُرسکون دنیا میں ایک بیجان پسلا کر دیا تھا۔ شام کو میرے ہالانے سے آدھی قندے تھم سی گئی اور ذہنی اُلجھنوں نے راجہ کو پھر پوچھنے پر مجبور کر دیا۔

"روس ہمارے ساتھ ہے نا پاپا جی؟"

"ہاں بیٹا وہ بھی ہمارا دوست ہے۔"

"اور ارجیکہ؟"

وہ بھی ہمارا دوست ہے۔"

"اور انگریزوں کا؟"

"اُن کا بھی دوست ہے۔"

دھائے پھر گڑ ملے ہو گئے۔ پراس اُلجھ میں مدھماتی اندیا

راتی نے راجہ کو اپنی پُرسکون آنکھیں میں سے لیا۔

راجہ تو سو گیا تھا لیکن میری ذہنی پریشانی زیادہ جاگ اُٹھی

حق۔ سوچ رہا تھا کیا یہی ہے وہ ہندو بیب جس پر ہم ناز کیا کرتے ہیں

تعلیم کی جو نئی نئی پود کو بچپن ہی سے الگ الگ خانوں میں بانٹے

لگتی ہے۔ ہندو خانے، مسلمان خانے، عیسائی خانے۔ کیا یہ دہر

آگے جا کر ایک دنیا "عالمگیریت اور بھائی چارے کے لئے

سم قاتل نہیں بن سکتا؟ کیا یہ خانے کبھی مستقل اور ختمہ ڈوبوں کی

شکل اختیار نہیں کریں گے۔

مٹی کے دوسرے ہفتے میں بڑی گہما گہمی ہی۔ شہزاد کی جنگ

آزادی کی پہلی صدمہ سالہ میری حق۔ لگی لگی پوسٹر لگے، مناویاں ہمیش

جیسے جلوس ہوتے رہے۔ ریڈیو پر خاص فوجی اور گانے نشر ہوئے۔

شہیدوں کی بڑی بڑی تصویروں کی نمائش ہوئی۔ اخباروں اور

رسالوں نے موٹے موٹے خاص نمبر نکالے اور منگل پانڈے،

نانا صاحب، اتانیا توپی، بہادر شاہ ظفر، رانی جھانسی اور جنت خا

اپنے کتے ہی سرفروشیوں کے کارنامے دہرائے گئے۔ ہندو مسلم

اتحاد کے نعرے کھینچے گئے اور انگریزوں کے کلام کی داستانیں

درد ناک پیرائے میں بیان کی گئیں۔

راجہ تو نے ہونے گھوڑے کی طرح سب کچھ پی گیا۔ انہماک کے

ساتھ سن ستاروں کے قلعہ کے واقعات سننا رہا۔ اس کی

معلومات اور پڑھ گئی، اختیار، اور معلومات کے ساتھ جذبات کی تلقین

اور تشددی بھی۔ راجہ کا جسم بھی بڑھ چلا تھا۔ ہفتہ چھ مہینے چکر چلا رہا۔

نئے گانے سیکھے گئے۔ ان میں نیپاتی کی آزاد ہند فوج کا گانا بھی

تھا۔ قدم قدم بڑھائے جا۔ راجہ لگی محلے کے بڑے بڑیوں کو صاف

کر کے دلی چلو کے نعرے لگاتا اور نئی پلیٹیں قدم قدم بڑھائے چاہر

فوجی مارچ کرنے لگتی۔ مہی جھنڈے، مہی ہاتھ، مہی قدم، چھوڑے

چھوڑے، پیارے پیارے۔ میں دیکھتا ہی رہ جاتا۔

شہزاد کی بغاوت کی چھپے تھم گئے تو میں نے راجہ کو پھر بتا دیا

کی یاد دلادی۔ بہتہ کھلا تو چھوڑ دی بال بھاننا اور سماج و گیارہ کی

دنیا سامنے آگئی۔

آج کاسبت تھا ہاتھ اعلیٰ مسیح۔

سب شروع ہوتے ہی راجہ نے پوچھا۔ "عیسیٰ مسیح کون

تھا پاپاجی؟"

"انگریزوں کا پیغمبر۔ میں نے بنا سوچے سمجھے ہی جواب دیا۔

"پیغمبر کیا پیغمبر کیا؟"

"اوتارہ بیٹا۔ جیسے کرشن ہی اور لاچندری اوتار تھے۔"

راجہ کے بدن میں یکا یک ایک تنہا ڈسا پیدا ہو گیا۔ آنکھیں

مڑخ انگارہ ہو گئیں اور اس نے کتاب کو نیچے پک کر کہا۔ "میں

عیسیٰ مسیح نہیں پڑھوں گا۔"

میں نے گھر کو پوچھا۔ "کیوں۔ کیوں نہیں پڑھو گے؟"

نہیں پڑھتا۔ انگریزوں کے اوتار کی کہانی نہیں پڑھوں گا۔"

شہزاد کی بغاوت نے شہزاد کے ننھے راجہ کو باغی بنا دالا

تھا اور یہ بغاوت، ہاتھ اعلیٰ سے حق۔ انگریز قوم کے خلاف حق اور

پھر راجہ اپنے باپ سے بھی کچھ کچھ باغی ہو رہا تھا۔ قدرت کے جہنم کو

ایک اور افق مل گیا تھا۔

میں ٹھٹھک سا گیا۔ راجہ کے تہہ پدل گئے وقتے میں نے جلتی

پیرپانی ڈالنے کی تدبیر سوچ کر کہا۔ "چلو آج پڑھائی بند۔ کرم کی باتی

شروع۔ آج ہمارا تھا راجہ ہو گا۔ اور کتابیں ایک طرف رکھ کر ہم

کھیل کی دنیا میں محو ہو گے۔"

بحرم ہم پہلے بھی کھیلنے رہتے تھے اور بھاری اکرڈا رہی جاتا۔
مگر کبھی کبھی اس کا دل بڑھانے کے لئے میں جان بوجھ کر اسے جیتنے دیتا
سیما کی فطرت راجہ ہمیشہ کھیل کھیل ہی سمیٹا کرتا تھا۔ ہلسی مذاق کا
ایک ذریعہ۔ اس لئے وہ سڑاٹیکر پر اوٹ پٹا ننگ مانتا رہتا۔ گستاخیں
ہوتی اور سڑاٹیکر کہیں اور جا گھٹتا۔ لیکن آج نقشہ ہی مختلف تھا۔
راجہ ملاف معمول سنجیدہ ہو کر کھیلنے لگا۔ مارجیت کا پورا احساس
لے کر۔ اس کی نرم و نازک انگلیوں میں آج بلا کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ کیا
مجال کوئی نشانہ چوک جانے۔ کوئی وار خالی ہو جائے۔ جیسے کھیل کھیل
نہ تھا۔ میدان کا انداز ہو۔ راجہ کے ہاتھ کی صفائی دیکھ کر میں حیران ہو کر
رہ گیا۔ آج پہل اس کے ہاتھ میں تھی۔ میں مداخلت ہی کرتا جا رہا تھا۔
زیادہ دیر کو میں پر تھا۔ راجہ کا ہر وار کو میں پر ہی رہتا اور میں کو میں
کو بچانے پر تڑپتا تھا۔ جب میں کو میں کو راجہ کی دوسرے بچا لیتا۔ راجہ دگنے
عزم اور خود اعتمادی کے ساتھ مجھے چیلنج کرتا۔ ”چھوڑوں گا نہیں۔
کو میں تو مجھے یہی ہے۔ یہ لوگ“۔ اور پھر پچ کو میں راجہ کے فیصلے
میں آ جاتی۔ یکے بعد دیگرے تین بائیاں راجہ نے ہی جیت لیں۔ میں
دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور راجہ اپنی کامرانی پر غور نہ تھا۔ جیسے اس نے
کوئی میدان مار کر فتح کے جھنڈے گاڑ دئے ہوں۔

بحرم کی جیت نے راجہ کے تناؤ میں کمی کر دی اور وہ چپسہ
اپنے اصلی رنگ میں آ گیا۔ میں اسی لمحے کا منتظر تھا۔ جھٹ تو میری پیش
کر دی۔ ”بحرم سب سے کتنا کہانی شروع۔“ راجہ جھٹ پٹ کر
چھوڑ کر میری بل میں کہانی سننے کے لئے جم گیا۔ خوش خوش
شادال شادال۔

”تو لو کہانی شروع۔ اگر دھیان سے نہ سنتی تو ساری نہیں
سنائوں گا۔“ میں نے اعلان کیا۔ دینا جوتی دیر میں کہانی کا نام
سننے ہی میری گود میں آ کر دیک گئی تھی۔ بولی نے وعیان سے
میں گئے پایا۔ ساری سنانا۔“

”پریم پر بھو ہے۔ سب سے پریم کرو۔“ ایسی بات

کہنے والے کو کیا ملنا چاہیے؟“ میں نے پوچھا۔

چھوڑے بہن بھائی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اور
پھر دیرین بولی:

”میں بتاؤں۔ لڑو ہے ناپا پاجی۔“

دینا کی اس نادانی پر راجہ ہنسا اور بولا۔ ”تھیں تو بس لڑو
ہی لڑو آتا ہے۔“

”تو جیسہ؟“

”انعام۔ پڑا سارا انعام۔“

میں نے تاثر پیدا کرنے کے لئے کہا۔ ”نہیں۔ کٹٹ۔ ایسوں
کو بڑی سخت سزا ملتی ہے۔“

راجہ ہنچکا سا ہو کر رہ گیا۔ ”وہ کیوں؟“

میں نے اس کیوں کا جواب دینے کے بدلے پوچھا۔ ”یادو کو
کس نے مارا تھا؟“

راجہ بولا۔ ”ایک پانگل نے۔“

”یادو نے ہمیں کیا سکھاوا؟“ میں نے پوچھا۔

راجہ نے جھٹ کہہ دیا۔ ”کسی کو مارنا نہیں چاہیے۔ سب کے
ساتھ پریم کرنا چاہیے۔“

یہ کوئی نئی بات کبھی پوچھنے؟“

”نہیں تو۔“

”تو پھر ایک پانگل نے اُسے جان سے کھوں مار ڈالا؟“

راجہ الجھ گیا۔ کچھ سوچ نہ سکا۔

بس ایسا ہی ایک اور ہانا وہ بھی تھا جسے پھانسی کے تختے پر
لٹکایا گیا اور جس کے بدن میں مینیں گاڑ دی گئیں۔ کیونکہ وہ بھی کہتا تھا

پریم پر بھو ہے۔ سب سے پریم کرو۔ پھر میں نے نام ظاہر کے بغیر اس
ہمانی کی کہانی سنائی۔ اس اپریش کا خلاصہ بھی سنایا جو اس ہمانا

نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر لوگوں کو دیا تھا۔ راجہ عہد حق گوش سناتا رہا۔
اور ایک ایک بات اس کے تھے چتر پٹ پر نقش ہوتی گئی۔

کشمیر کی ہمالیہ

نیپال اور کچھ حصے آسام کے بھی نیچے بیٹھے جاسکتے تھے یعنی جب ان مقامات کے ارد گرد کی سطح زمین اُبھر رہی تھی ان کی سطح زمین نیچے بیٹھتی جا رہی تھی۔ اس عمل سے وادیاں نمودار ہوتی گئیں اور سابقہ سمندر کا پانی ان وادیوں میں مقید ہوتا گیا۔ عین ممکن ہے کہ سنی شرس کی اولین ابتدا کی وجہ سطح زمین کا یہی زبر ویم کا عمل ہی ہو۔ اس کی دیگر وجوہ بھی رفتہ رفتہ بیان کی جائیں گی۔

دریں اثنا، ہمالیہ کے پہاڑوں کے سطح زمین سے اُبھرتے کے بعد ان پہاڑوں کے عالم وجود میں آنے سے پہلے سمندر کی بنیاد اور جاندار مخلوق تھی وہ منتقل طور پر پہاڑی تہوں میں دب کر رہ گئی۔ ان نباتات و جانداروں کے اجسام رفتہ رفتہ پھر بنتے گئے۔ مگر ان کی سابقہ ساخت و شکل برقرار رہی۔ اس طریقے سے ہوائیا پھر میں جابائیں انھیں فوسل کہا جاتا ہے۔ سوای پلاؤ آئند کو کوہ سیلاش، انیت و ہمالیہ کے دیگر بلند مقامات کی سیاحت کے دوران میں ایسے فوسل ملے ہیں جو سمندر کی نباتات و جاندار مخلوق کے اجسام کے مختلف حصوں کے پتھر کی شکل اختیار کرتے سے وجود میں آئے تھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پتھر کے سبالگ رام، یا شونگ، جسے ہندو بہت منبرک اور قابل پرستش خیال کرتے ہیں وہ ایک قسم کے سمندری کیر سے فوسل ہی ہیں۔ جو گلوٹکے کی مانند ہوتا تھا۔ سوای پلاؤ آئند فرماتے ہیں کہ سمکرت زبان میں

فردوس الارضی اودائی کشمیر کی ابتدا وھیلوں سے ہوئی ہے اس کے متعلق برہمن لوگ بدھ مت و صوم گر تھوں کے مطابق مختلف نظریے ان ہی کاموں میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ تاہم اس عجیب و غریب کہانی کا سائنس کی شہادت کی بنا پر یہ بیان خالی اور وپسی نہ ہوگا۔

ساخت زمین کی مختلف تہوں سے متعلق سائنس، علم حیولوجی کے ماہرین یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آج سے لاکھوں برس پہلے جب زمین کو عالم وجود میں آئے ہوئے مقابلتہ کم عرصہ ہی گزرا ہو گا کہ سلسلہ کوہ ہمالیہ کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ زمین کا وہ وسیع حصہ جس پر اب کوہ ہمالیہ کا ہوش رُبا سلسلہ افغانستان سے برما تک پھیلا ہوا ہے۔ اُن دفعوں میں بحر ہند تھا جس کا ساحل دور دراز تک پھیلا ہوا تھا۔ ہوں ہوں وقت گذرنا گیا زمین کی اندرونی قوتوں کے زیر اثر اس سمندر کی تہ سے اُبھرتا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہ اُبھرتے اُبھرتے اس قدر بلند ہوتی گئیں کہ اس نے پہاڑوں کے ایک وسیع سلسلے کی شکل اختیار کر لی جو ہمالیہ، یعنی ممکن برف کے نام سے مشہور ہوا۔ حیولوجی کے ماہرین کا قول یہ بھی ہے کہ گوہ ہمالیہ دُنیا بھر میں بلند ترین پہاڑ ہیں لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ لحاظ عمر سب پہاڑوں سے چھوٹے ہیں اور ابھی تک مزید اُبھرتے جا رہے ہیں۔

ہمالیہ کے دور تو لید میں کچھ علاقہ جات مثلاً کشمیر، لداخ

شاگ دام کے معنی ہیں پتھر یا ہوا کیڑا " اس سے ظاہر ہے کہ ہندو
فوسل کے بارے میں موجودہ دور کے سائنس دانوں سے بہت
عرصہ پہلے ہی جانتے تھے۔ تبت کے معالج اپنی دواؤں میں ایک
"ڈگری" ایک ہڈی کا پتھر یا ہوا بول ہوتا ہے۔

کشمیر، لٹاخ، وبلستان کے فوسل ہا کی عجیب و غریب
خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسی نباتات و جاندار مخلوق کے پتھر سے
ہوئے اجسام ہیں جو تازہ پانی میں پڑے جاتے ہیں۔ یہ فوسل تازہ
پانی میں رہنے والی پھلیوں، سیبوں، ننھے ننھے خشکی کے پودوں
سنگھڑے کے سیاہ فول سے بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ وادی سے
۵۰۰ فٹ کی بلندی پر ملے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سطح سمندر
سے ۴۵۰۰ فٹ کی بلندی پر پائے گئے ہیں۔ یہ اس بات کا نمایا
ثبوت ہیں کہ کسی زمانے میں اتنی بلندی تک پانی ہی پانی تھا۔

خود وادی میں بھی سطح زمین پر مٹی اور پتھر کے ایسے انبار
تہہ نہ موجود ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک وسیع جھیل کے
پانی کا تہہ زمین پر بیٹھا ہوا ٹھوس مادہ ہے۔ ان انباروں کی بلندی
ایک سو سے ڈھائی سو فٹ تک ہے۔ اور یہ پانچ مربع میل
سے لے کر پچاس پچاس مربع میل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں
مقامی اور سرکاری اصطلاح میں "وڈر" اور "کاروا" کہا جاتا
ہے۔ یہ کاروا ہائے تہہ نہ ان پتھروں سے مستقل طور پر وابستہ
ہیں جو ان کے نیچے پائے جاتے ہیں۔ تمام بیرونی سیاحوں نے
جنھوں نے اپنی سیاحت کشمیر کا حال قلمبند کیا ہے۔ کاروا ہائے
کے بارے میں مفصل تبصرہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں سر طامس تھا من کی کتاب "مغربی ہمالیہ
تبت" کے ایک اقتباس کا مطالعہ خالی از حد پس نہیں۔ وہ
لکھتے ہیں:-

"عام طور پر یہ کاروا اجات ان ندیوں کے متوازی پائے

جاستے ہیں (جو دریائے جہلم) سے جاملتی ہیں۔ وہ وامن کوہ سے
شروع ہو کر دریائے کنارے تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔
وادی کے بالائی حصے میں جا جا کے ڈکے، ٹکڑے بھی پائے جاتے
ہیں۔ ان کی تہیں سطح زمین کے متوازی بنی ہوئی ہیں۔ جو سے یہ
ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شروع شروع میں یہ تمام ٹکڑے ایک ہی سلسلے
میں منسلک تھے۔ بعد میں یہ ٹکڑے ٹکڑے کر علاحدہ علاحدہ ہو گئے۔ اب یہیں
سے ایک ٹکڑا بہت بڑا ہے جو (وجے پرور چکر) میں واقع ہے
یہ ایک سطح مرتفع شکل کی پہاڑی ہے۔ جس کے چاروں طرف وادی
ہے۔ عیاں ہے کہ (دانت ناگ) کے قریب بہت سی کم بلت
پہاڑیاں بھی ہیں۔

کاروا اجات کے اسی سلسلے کے دودھ دار حصے ہی ہیں۔ یہ
سطح مرتفع شکل کی پہاڑیاں بڑی ذریعہ مٹی کی بنی ہوئی ہیں۔ مگر یہ اکثر
خشک ہیں اور مائے کاشت پڑی ہوئی ہیں۔ مگر جہاں پانی دستیاب
ہو سکتا ہے وہاں ان میں بہت کاشت ہوتی ہے۔ اور ان میں گندم
اور جو کی یہ کثرت پیداوار ہوتی ہے۔ پمپوں کے ذریعہ آب پاشی
کرنے سے کاروا جات یقیناً بہت ہی ذریعہ ہو جائیں گے۔ کیوں کہ
ان کی مٹی قدرتی کھاد سے پڑے۔ ہر کروا کی ساخت تقریباً ایک
جیسی ہی ہے۔

انگریز انڈرکننگم کی تصنیف لٹاخ میں کاروا کی بونٹری کی
گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔ "دریائے شوہیاں کے کنارے
راہو کی سرے سے اوپر، کاروا نے تقریباً ایک سو فٹ اونچا بندھ
سا باندھ رکھا ہے۔ یہ کاروا مختلف قسم کی مٹی اور پتھر کی تہوں کا
مجموعہ ہے جو سطح زمین کے متوازی ہیں۔ اس کاروا کا بالائی بیس
حصہ سخت و ذریعہ مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اس کے نیچے کی تہوں میں
بیس فٹ تک گول پتھر اور مٹی ہے۔ اور سب سے نیچے ساٹھ فٹ
کے حصہ میں نیلے رنگ کی مٹی کی لہر دار تہیں ہیں۔ موزن لکڑی کی
تہ جھیل کے پانی کی اس وقت کی تلچٹ سے ہی بنی ہوگی رجب وہ

عالم سکوت میں تھی۔ مگر وہ میانی تہ بگوں پیروں سے اٹی پڑی ہے وہ اس وقت بنی ہوگی جب تمام لویا یا پتہ ٹولا کے نیچے پہی بار اس جھیل کا پہاڑی بندھ ٹوٹا ہوگا۔ اور پانی بیکت بڑی تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف بہر نکلا ہوگا۔ اور سب سے بالائی حصہ کا دیوا کا اس مٹی سے بنا ہوگا جو جھیل کے رفتہ رفتہ کم ہوتے جا رہے پانی میں سے نیچے بیٹھتی جا رہی ہوگی۔ جب وہ اپنی نئی بنی ہوئی سطح تک پہنچی ہوگی۔ اس کے بعد جھیل کا پہاڑی تاس جوں جوں گستا ٹوٹا گیا تو مختلف ندیوں نے جھیل کی سابقہ تہ پر سے اپنے اپنے راستے بنا لئے۔ حتیٰ کہ جا بجا جزیرے سے بنتے گئے۔ نوگر، پامپور (سابقہ نام پدم پور) کنک پور (سابقہ نام کنشک پور۔ کیونکہ اس جگہ سمرات کنشک نے ہی ٹکر بسایا تھا۔) کے کارواجات شروع میں اس پرانے وقتوں کی جھیل سے پیدا ہوئے جزیرے ہی تھے۔ رفتہ رفتہ انھوں نے مرتفعی سطح کی پہاڑیوں کی موجودہ شکل اختیار کر لی۔ جن کے چاروں طرف کھلا میدان ہے۔

علم ساختہ ارضی کے جن برگزیدہ ماہرین نے وادی کشمیر کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے ان کے رائے یہ ہے کہ جو پہاڑ مغرب کی جانب یعنی بارہمولہ کی طرف واقع ہیں ان کا کچھ حصہ کمزور تھا جسے سائنس FAULT یعنی نقص کہا جاتا ہے۔ جوستی سرس کی زبرد ہروں کے روزافزوں اور سنگ تار پتھروں کی تاب نہ لا کر کسی زمانہ قدیم میں یہ کمزور حصہ بالآخر ٹکڑ گیا ہوگا۔ اور اس شکاف میں سے ندیوں سے تنقید پانی نے اپنا رہائی کا راستہ نکال لیا ہوگا۔ اس نظریے کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اردگرد کے پہاڑوں میں جا بجا بہت سے دراڑ و شکاف پائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شکاف یا قوسی سرس کی ہروں کے عمل سے بنے ہیں یا زلزلوں کی پیلا واریں۔ وادی کشمیر میں چھوٹی بڑی سات جھیلوں کی موجودگی جن میں ایشیا بھر میں سب سے وسیع جھیل ڈیرہ بھی شامل ہے۔ ایک حیران کن حقیقت ہے۔ کشمیر کی ۸۵۳۹ مربع میل وادی کے سوائے دنیا میں

کہیں بھی اتنی جھیلیں پاس پاس واقع نہیں ہیں بولگ بھگ سوا مربع میل گہرے ہوئے ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب قوسی سرس کا پانی بہر نکلا تو یہ جھیلیں بوجہ بیشتر اپنی گہرائی کے قائم رہیں۔ ان کا پانی ختم نہ ہو سکا۔ علاوہ ازیں وادی کشمیر میں سینکڑوں ایکڑ زمین سیلی ہے۔ غالباً یہ کسی قدیم جھیل کی بچی کھچی یادگار ہے۔

بارہمولہ کی جانب کے پہاڑوں کے ٹوٹ پھوٹ جانے کا باعث ایک اور بھی اکثر بیان کیا جاتا ہے اور اس نظریے کی مزید حمایت میں حقائق و اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں۔ اس نظریے کے مطابق زمانہ قدیم میں متواتر زلزلوں کے دھماکوں نے ان مہیب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اس سلسلے میں فرانسیسی سیاح ڈاکٹر FRANCOIS BERNIER نے ہزارہنگ زیب کے ہمراہ ۱۷۸۴-۸۵ء میں کشمیر گیا۔ یوں بیان کیا ہے۔ "میرا خیال تو یہ ہے کہ کسی زبردست زلزلے کے باعث زمین کے اندر خلا پیدا ہو گیا اور یہ پہاڑ اس خلا میں دھنس گئے۔ ایسے زلزلے ان ملکوں میں اکثر آتے ہی جتے ہیں" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر برنیر کا نظریہ بہت حد تک صحیح ہے۔

اس جنتِ نظیر معصوم وادی کو اکثر زلزلوں کی تباہ کاریوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کشمیر کے شاعر مورخ پنڈت کلہن نے اپنی بے نظیر تصنیف راجرنگنی میں ۱۸۴۴ء ۱۸۴۵ء اشار پر مشتمل ہے۔ زلزلوں کا متعدد بار ذکر کیا ہے۔ کشمیر میں کئی بار سخت زلزلے بھی آئے جن میں ۱۸۹۹ء ۱۸۵۲ء ۱۸۵۹ء ۱۸۸۰ء ۱۸۸۱ء ۱۸۸۲ء ۱۸۸۳ء ۱۸۸۴ء ۱۸۸۵ء کے زلزلے خاص طور پر بہت تباہ کن نوعیت کے تھے۔ ۲۷۔ جون ۱۸۲۸ء کو سرس دن کشمیر میں اتنا زبردست زلزلہ آیا کہ اس سے بارہ ہزار مکان تباہ ہو گئے اور ایک ہزار نفوس تلف ہو گئے۔ ۳۰۔ مئی ۸۸۵ء کو بارہمولہ میں ایک مہیب زلزلہ آیا جس کا مقام آغاز بھی شاید وہیں تھا۔ بارہمولہ کے قصبہ کے تین چوتھائی مکان مکمل طور پر برباد ہو گئے۔ اس زلزلے کا جھٹکا پانچ ہزار مربع میل کے رقبہ میں محسوس کیا گیا۔ جس سے بیس ہزار مکان تباہ ہوئے۔

کہاں جیت لگا ہی تھی لیکن اس کے بڑے سے بڑے لگتا تھا جیسے
اس ہمارے پرش کے لئے اس کے چھوٹے سے من میں شرمہا کا ایک
اتھاہ سا گرہ لیں مار رہا ہو۔

میں نے پوچھا۔ کیسا اتھاہ ہمارے پرش؟

بہت اچھا پایا۔ بہت ہی اچھا۔ باپو ایسا۔

مائی تیار تھی۔ کہاں کی چکی پورے زور سے گھوم رہی تھی۔ اب
کارٹر کے ٹانگہ کی جنبش پر متحرق تھا کہ جیسا چاہے ویسا برتن تیار
کرے۔ جو قوس اُچھا رتا چاہے اُچھا دے جہاں خم دینا چاہے دے
میں نے پھر پوچھا۔ ”ایسا ہمارے پرش پوچنے کے قابل ہے
یا نہیں؟“

راجہ نے بلا تامل مان کر دی۔

میں نے کہا۔ ”اگر وہ کسی اور دیں اور کسی اور جاتی کا

ہو۔ تو؟“

”تو بھی“

”نشا باش بیٹیا۔ سچ پرچ بھی بات کرنے والا کوئی بھی ہو۔ کہیں
کا بھی ہو۔ وہ سب کا ہوتا ہے۔ سب کے لئے ہوتا ہے اور ہمارا
عیسیٰ مسیح بھی ایسے ہی سب کے تھے۔ سب کے لئے“

راجہ حیرت میں پڑ گیا۔ ہمارا عیسیٰ مسیح؟

”ہاں بیٹیا۔ مریم کے بیٹے ہی کا نام تھا عیسیٰ مسیح۔ ہمارا عیسیٰ۔

پریم کو پر بھو ماننے والا۔ پھانسی کے تختے پر چھوٹے وقت پھانسی
دیئے والوں کے لئے دعا مانگنے والا۔“

راجہ دیر تک گم رہا۔ یہاں تک کہ نہ جانے کیا سوچتے بیٹھ
اُسے سپنوں کی سہارا دینا میں نے لے گئی۔

بات آگئی ہوگی۔ بال بچا شاد اور سلمیٰ دیکھان کی کہانیاں چلتی

رہیں۔ ایک دن میں نے راجہ کا اہم کھولا۔ دیکھا کہ شرمہا کے پورے
ہاتھوں نے ہمارا عیسیٰ کی تصویر اہم میں چلا دی تھی۔

اور راجہ کے مصوم چہرے پر ایک اور سند رکھا بھڑائی تھی۔

تیس ہزار موتی اور تیس ہزار انسان جان بحق ہوئے (اس نذرے کے
تقریباً ساٹھ برس بعد بارہولہ میں ایک اور نذرہ پاکستانی لیٹروں
کے حملہ کی شکل میں نمودار ہوا)

میرزا غالب کے کٹھیری شاگرد

(صفحہ نم سے آگے)

رہتی بھی کہتے تھے۔ اور اس میں نزاکت مخلص کرتے تھے۔ جوانی کا
بہت سا کلام دریا برد اور پوری ہو گیا۔ آئز میں نعت کا شوق
پیلا ہوا اور اس میں بھی اپنی طبیعت اور عقیدت کے جوہر خوب
دکھائے اور مقبول ہوئے۔

یاد عیات

اک عمر یہ میں نے خوش معاشی کی ہے

اشکوں سے چمن میں آب پاشی کی ہے

دشوار ہے اب سانس بھی لیتا ہم دم

آہوں نے میرے یہ دل تراشی کی ہے

خضر نے عمر جاودانی پائی یا آپ حیات کی نشانی پائی
کیا ناز کرے اس پر کہ جب آخر مرے کے لئے یہ زندگانی پائی

مائی اور کہاں

(صفحہ نم سے آگے)

میں نے کہا جانتے ہو۔ پھانسی کے تختے پر ہو بہا ہوتے وقت
اس نے کیا کہا تھا؟

راجہ نچے نچے آنسو گرانا پٹ پٹ دیکھتا رہا۔ کیا کہا تھا پایا؟

”اسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر دعا مانگی۔“ ہے بھگوان!

حقین معاف کرنا۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

راجہ حیرت کی دنیا میں گم سم تھا۔ جانے اس کی سوچ کہاں

غزل

کشمیری

نور جیو

بال عاشق لولہ نازن زل کاتیا کاتیا

مایہ چانے غم امارن زل کاتیا کاتیا

وانس کیا لب اضطرابچہ راثر زیٹھان زیٹھان

زانگ عشقن درد جگر زل کاتیا کاتیا

کات بیت غانس فدا کاتیا کاتیا کاتیا

ام سر این اصلہ چہ دتہ زل کاتیا کاتیا

دوٹھ ہوا ترہ ناوہ کینترن تیز گے صدرن ترہ

دہ تھر لو پیٹھ بیڑین بند زل کاتیا کاتیا

کینہہ چھہ تھہ ترست ایم پوزن بلونن نہ

ریشہ ہند تھو تریشہ ہند کالہ و آل کاتیا کاتیا

از چھہ فرکین پو شن نامتہ من تر چھہ زردی

گل پھولن بیتہ وارہ بوزم کال کاتیا کاتیا

وین تھک تھہ آتے ترہ کن کدو الہ یاری یاری

خرقہ پراوم ایونہ تراوم نال کاتیا کاتیا

کوٹ بیکل چھک پکان چھک چیمہ خرقتہ عام

چھو کہ زراں چھک غم انان چھک سال کاتیا کاتیا

میرے محبوب! عاشق محبت کی آگ میں جلتے ہے اور
محبت تمہاری چاہت میں بے سائبم جھیلی رہی۔

ہر دنیا کی رات بڑھتے بڑھتے بے انتہائی ہوئی تھی
اور عشق درو جگر کے چراغ جلاتا رہا۔

میت خاند کے پرستار بھی کافی ہیں اور کیسے ہر قربان
ہونے والے بھی۔ آہ! یہ قریب کیسے ہی لوگوں کو سیدھی
راہ سے بھٹکا تارا۔

طوفان اٹھا کئی لوگوں کی کشتیوں کی رفتار تیز ہو گئی یہاں تک کہ
وہ ساحل مراد کو پہنچ گئے لیکن آہ! (اسی وجہ سے) کتنی ہی چڑیوں
کے گھونٹے بھینوں سے گزرتے۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو مرست ہیں اور ایسے یہ بات سن کر
دینے ہیں۔ کسائی گنتے ہی پیاسوں کو پیاسا ہی سمجھ گیا۔

ایسی تو صرف چند دیکھیں گے پھول کھلے ہیں اور وہ بھی اندوز
سنا ہے کہ وقت آنے پر اس پھول اور پھول کے پھول کھیلنے کے

کرم اکرم، لے ساقی! کہہ ہیں خرقتہ وقت نہ پویشی کی نہ حرکت
چند چہرہ ہو کر تیرے حقو کیا ہوں۔

لے عازم! کتنا نادان ہے توجہ آنکھیں کھول کر جلتا ہے۔
اور اس طرح غم کھاتا اور شہ توجہ کو دعوت دے رہا ہے

قاسم پیرا

ابو قاسم اوس کوئیں ماض۔ چکے ژمن دول۔ دیان اس
 زودہ دوشہرہ۔ لیکن دیانہ دول آئیتہ تہ اوس نادار لپار
 بنان۔ تم چندہ اوس نال لاگان زن تہ ملیہ صورت ایس
 تہ۔ کسبہ پیرا اوس خاص کریتہ سارسی ہند اوس منز مشہور
 لایق خدا یہ پیرا کہہ مہیں منز اوس تہ ہیوت۔ ہیئت نہ کوئیہ
 بہتہ باقی اوس نہ پار۔ دہیج تدپ کر کر اوس قاسم پیرا
 سنبھو مہیوت۔ دھیں پیٹھ دھجہ تہ پارن پیٹھ پار لاگہ ناؤ
 لاگہ ناؤ اوس کسبہ یہ کھویانہ کوکرتہ تہ بے کرد ہیوت۔ پیرا
 واتن ایس تیر دھان یہ قاسم اتھ ہیہ گندہ واطہ کرانہ نہ
 ہی نہ ہیہ ہے۔ پشہ ہیئت ایس قاسم اتھ بڈ بڈ نال
 ہر لاگہ نادومت تہ درجنہ واد ہیہ تہ۔ یونالو تہ میو سیت
 اوس قاسم پیرا دیانہ کو ہیوت۔ کوتاہ وینوس کوکو زہ
 قاسم صیب۔ دین ہر گزہ نو کھورہ بانہ ہیون۔ لیکن قاسم
 روڈ جن ہمیشہ بی دنان۔

"وہ کیا ہر چھوہ ہیئت گومت، کھورن ہے موٹھ
 چھوہ دوان۔ لو کہیہ حض زانہ یاوہ ہیٹ کرن۔ توہ ہیئت کن
 چھا نو کھوربانہ مہیون ٹھوٹہ باشی"
 مختصر گئے قاسم پیرا اوس پارن پیٹھ پار کھسان
 دھیں پیٹھ دھجہ لکان۔ اما پوزم تہ ترو نہ پنن یہ پیرا
 چندہ زانہ

دوہرہ ایک گو قاسم شہر کس حامس منز شران کرشیہ۔
 اتیہ سکھس پتہ نوی اکھ باپا۔ دوستاہ۔ تم یہ قاسم سوی
 پیرا چندہ کھورن ڈیونہ۔ تم ہیو اکس کن تہ دہنپس
 "قاسم صیب یہ منز گیہ منہجہ ہیئت پیرا چندہ کھورن لاگہ
 زہ ہر دین۔ دہ اتھ چندس رعست تہ نو ان کھوربانہ"
 قاسم ولس ہیہ تی۔ "ہے۔ ہیئت کیا ہر چھوہ دینہ

گومت بہ چندا ہر چھم کھورن موٹھ دوان۔
 بی دنان دنان کٹ دوشہرہ پایار پی پلو تہ کھوربانہ اکس
 کن تھاویہ ژانے منز کرشیہ منز شران کرشیہ۔ قضا منہ
 کارہ آڈ اسی ساعتہ شہرک قاض تہ حامس منز عسل کرشیہ
 حامس منز اڑیہٹہ ژاؤ سوہاس منز شرانہ کوٹھس منز شران کرشیہ
 تہ لوکر چاکر دلشہ نہر کن۔ متیسی کاس دراو قاسم منز شرانہ
 دھیرانہ کریتہ منز شرانہ کٹھیہ منزہ۔ پلو لاگان تہ ہیون کھوباد
 تھانڈن۔ لیکن اتیہ اس نہ پنن پیرا چندہ کوئیہ ہیٹ۔ پنن
 پیرا چندہ ہم جایہ دھیں نو ندی پیرا دیانہ ہیہ نہ کر دن۔
 واد دیق تہ خیاس منز آئیس ہیہ کتہ زہ ظاہر چھوہ میانی
 باپار دھیں میون پیرا چندہ تھوٹہ تھفمت تہ متیہ بدلہ
 یہ نوڈ پیرا میانہ بایت اونٹ۔ بی سوچتہ لوگن ندی پیرا
 کھورن۔ یہ آڈتس برابر۔ دین ہوش ایقن زہ پیرا پٹھ چھے
 یہ مروت مہ پنن باپار یارنی کرشہ۔

یاشاہ کریتہ لوگن ندی پیرا تہ دراو گھہ کن۔ واد گو
 قاض دراو سرن کریتہ۔ پلو لاگان لیکن پیرا اوس نہ کوئیہ۔
 نوکر ہیوت قاض صہن پیرا تھانڈن۔ گھاس تلی تام پھرک
 لیکن پیرا کرک دراو نہ کاہہ ہیٹ۔ سرف وچیکھ کوئیں اکس منز
 مار انبارہ۔ یکایک بدزہ نوکھ نہ یہ چھوہ قاسم پیرا اوس
 پنن چندہ حامسی منز تراویتہ قاض مہیون ندی پیرا ہیٹہ نو
 چھوہ۔ قاض صہن ہیوت نار ڈان۔ ذرا سوزن پیادہ قاس
 ہیٹ تہ تمودن قاسم ندی پیرا۔ سان زہہ کر کریتہ۔
 قاض تہ اوس ہیٹ زہ قاسم نشہ چھی سیمٹاہ دیار۔
 لہذا کورنش دھجہ چانہ تہ ٹھس ٹھس کران ہیو قاسم ہر
 ہن۔ ادہ موکلیو اتقن پھوکھ دوان جیل گزہ نہ نشہ۔
 دل ملل گزہ ہیٹہ گر قاسم پنن پیرا چندہ ہن لاگہ

یہ پرنس کارس بائس۔ مٹی منر وائٹھ دراد تس شہ
 سٹھ ملہ تم عالی پوسلہ اکس باپارس نشہ ممیہ مولہ موٹن ہیزو
 ذرا فراغت لہتھ گو قاسم منڈیہ گت دوان نہ خبر چھا بیہ
 ما پٹھ کافہ سودا۔ تس نزیہ خوش فیسی کن اوس امی دوسہ
 اک عطر فروشن دیول کوڈمت تہ قسندس ماس اوس لکلا
 سپان۔ قاسم اڈ داریہ کن انزہ۔ تہ اتیہ ہیز قاسم کینہہ عطر
 موٹل سٹھاہ مشرکیہ مولہ۔ تہ خوش تہ خوشمال پاٹھ گوڈ پٹن
 ہیزار جندہ کھکھراوان گھر۔ لیکن دنیہ اوسس تیل پھیران نہ
 خبر کیٹھ کالجی کماٹی پیٹ جمانہ بڑن۔ لہذا کورن دیشد نہ
 دین تھعتن یہ منحوس ہیزاری دفع کریتھ۔ یک قتم تنن یہ
 ہیزار تہ دیوتن داریہ کن دریادس بریتھ۔

ہیزرہ دودہ گیہ ترے دودہ گیہ۔ گاڈہ مانزو ترود زال۔
 ملہ اتھ موٹن ہیوت یہ اوس سیٹھاہ گوہیومت۔ رائے
 گیکھ نہ ظاہر چھے بڈ گاڈ زالس لجز۔ ملہ لمان تہ کھان تو
 زال کھور۔ اتیہ دراد کوکور تہ بے کور جندہ ہیزارہ۔ ہیومت
 تہ گوہیومت۔ میہ چوہیو تہ نالو سیٹ زال داریہ کن جان
 ڈھیومت اوس۔ گاڈہ مانزو ہیزرہ نوو فراد نہ یہ حالہ ہنہ
 چھے قاسم ہیزار۔ سخ فوشکھ تہ نیکہ پائٹھ زاریتھ تیل
 تو دوشوٹے ہیزار کھور تہ کشتہ سان لایکھ قاسم مکانس
 کن۔ یس دریادہ ٹھس پیٹھ اوس۔ قدر تک کرن۔ دوشوٹے
 ہیزار کھور آٹے داریہ کن تھہ کٹھس منر لایہ۔ ہتھ کٹھس
 منر قاسم بوتن عطر بھران اوس تہ شر اوس کران نہ دین
 کھکھیم عطر پیہ سٹھ مولہ مولہ۔ ہیزارن اوس سیٹھاہ آب
 چیرومت۔ ملہ کن سوزیادے گوہیومت اوس۔ یوقی دوشوٹے
 ہیزار کھور ٹاس کریتھ کٹھس منر دسٹھ پیٹھ۔ عطر پیہ سٹھ
 گوہورہ۔ تہ ایچہ سیٹ کٹھ قاسم نین آشین تہ ہیزرہ
 ہیزوئی ہیزار جندہ وچیتھ کھڑن سخ ڈکھ۔ دین نہ خبر
 کس داہ جگم ہتھ ہیزار جندہ کورمت یل بو فروز کرن ہیوتن
 کوڈھ نہ ہیزارہ بڑتھ بچو یوس جیلہ نشہ۔ مگر دین زھنم کریتھ
 دین بان لوٹ۔ نہ روم کوہ مول نہ مرے۔ وفان وفان منن ہیزار
 جندہ تہ شہر نیبر اڈ یہ اکس بڈس تلادس منر بھاؤتھ۔ فرکیھا

ہیوہ ترودن نہ دیوہ دین ٹھف دوشم۔

دودہ ڈونیرہ گئے نہ شہارس دودھ یان کھکھاس۔ نڈاپ
 ڈھہ ہول ملے کھتھ پیہ حکومتس پیٹھ۔ مگر فکرہ نور نہ کانیہ
 نہ آبس کیاہ گوڈ۔ یہ سرہندہ پیٹھ شہر آب یوان اوس
 سو اوس آبہ سیٹ بھرتھ۔ مگر شہر منر اوس آب کرلا
 تہ کامن۔ منقر اڈ تلادس یاز کرد۔ تہ پٹے لوگ نہ قبیہ
 نالیہ ہندوی گول جھوہ بند گوشت یہ کن آب شہارس
 واتناونہ یوان اوس۔ پٹہ کشالہ وائٹ ڈنگل ڈنگل دیتھ
 امیہ نالیہ ہندس گلن تام تہ اتیہ انکھ لہتھ کیاہ تام چیز
 کڈیتھ۔ ملہ کین آبس ٹھوپ اوس لوگت۔ ملہ ڈنگل لوٹھ
 کھیت، سارہ دی ہیزرہ نوو نہ یہ جھوہ قاسم ہیزار۔ یل اکس
 مقوٹ اوس دیگمت۔ لوکھ سپد نارو نار نہ کم بختن چو
 شہر گوڈہ خیز کرشن دین نکر آب تہ توہ پتہ مارپن سوروی
 شہر زیشہ تربیشہ کران۔ فراد دراد قاسمینہ گرفتاری ہند
 حکم تہ سرسری بیانہ پتہ اڈ موٹیل لدنہ۔
 جیل بھگتا دیتھ ملہ قاسم تراونہ اڈ۔ تس اڈ بیہ پٹن
 منحوس ہیزار جندہ حوالہ کرد۔ ہیزار جندہ وچیتھ کھڑن تس
 تیر۔ لیکن مال اوس تسندوی۔ ساکو کورس ہیزار جندہ
 حوالہ۔

گھر وائٹھ ہیوتن گوڈنیہ سرچن نہ دین کیاہ نیل
 کوہیہ کنن یہ دل گردن ہیزار میہ ٹھف تھیہ۔ یٹاک اس
 خیال نہ دین ٹھمن زالتھی۔ ٹیٹھ کوہیہ نیوب د نشانے باقی
 روزنیں نہ۔ ملہ ہردنہ کن اتن اتھ دینن سرپیہ آسٹہ
 کین لاوہ کھوٹمت۔ سوچن نہ اوور وزیر نہ کینہ۔ لہذا
 قھوت گوڈہ دمس کھنڈس تاپس۔ یل موٹھ تھن تہ قھوٹن
 ڈیہ ہندس دیانس پیٹھ تاپس۔ شامیتھ کارہ ایس۔ ڈب
 مرکیہ طرہ۔ کادو ملہ دار بیانہ ڈیہ ہندس یانس پیٹھ
 دچہ۔ تم آٹے کسہ کیہ ماہ منیہ اتھ دگر دینہ، اکہ دگر۔
 نہ دگر نہ تھیم دگر اڈ اکھ ہیزار کھور لون لایہ۔ لون کو
 ایس زاناہ پکان یسہ گوہیہ کھورہ ایس۔ یاشاہ کریتھ
 اڈ تھیم پورہ پیٹھ ہیزار کھور امی زانیہ گلن لایہ۔

تس بجاریہ گو فریختہ تہ فریختہ سیت گڑو تس اڈہ لیکو
تسند خاوندن کور قاسمں ہرجائس دعوئی۔ قاسمں پئی
قاسمں مژرائی۔ قرأ دیوت تیم قاسمں ہرجائے بڑک حکم
تہ اکھ تہ زہ کران او تس نئس رقم وگراوے۔ قاسمں
بجارس ووت بھور ژئس موقتہ۔ خیال کون زہ ظاہریم
شکس پزار جندہ جی شکلہ پنے لگت۔ لیکن دماغس منز
اوسس نہ کینہہ یوان زہ پزار جندہ کبہ مشرہ ریشہ
کھتہ پاکھ موکلاہہ پان۔ سمٹاھ سوچتہ دوپن زہ دین
ژھنن یہ منوس جندہ کھووس تہ پیٹھہ وقوس بوڈ پل
دیوہ نقف دویم

اعتیالہ بایت ووقتہ نصف شبس باگ تہ بہتین
پینس انگلس منز اکس کونجس کون دوب کھن۔ رائے
مند موقتہ۔ تسند لیکو ڈوئوٹ گومسایہ ہوشیاد
سوکھوت لوٹ لوٹ وچھنہ زہ اما یہ دہلے کتیہ چہ
گرنھان۔ ژور دور ما چھوہ نقب دوان۔ تم وچھہ قاسم
پینس انگلس منز کھان۔ تہ کٹوئی زون دوب دھان۔
تس اوس قاسمں مند عداوت۔ رائے گیس زہ یہ بھیل
چھوہ دیار کھوڈ ژھنن پڑھان۔ نتہ کیازہ کھنہ ہے رات
کیوت کھوڈ تہ سو تہ کٹوئی زون۔ دیان آسیہ کنس کن
نقوہ نہ کانسہہ خبر لیکن تہ ما چھس علم زہ لونگر وہ تلہ
نرن ساس شیطان۔ صمن لادس مزہ۔

یہ راتی راتگاہیہ تہ کاش ذل۔ قاسمں پیٹے قاض
سند پیادہ ڈاتھتہ۔ تہ کینہہ پڑھنہ کارنہ بغیری نیوکھ قائم
نردن کرہ تراویقہ۔ رٹقہ۔ یلہ قاسمں نشہ ووت انتہ
وچھس پئی ہمسایہ مخبری کرہ امت زہ قاسمں چھوہ
خزانہ کھوڈ ژھنن یس قانونہ موجب سرکای ملکیت
چھوہ۔ قاض پٹھہ قاسمں زہ دن با کتاہ ژھننہ کھوڈ
تہ کھتہ جائے ژھننہ۔ لیکن قاسمں کڑ لاغنی ظاہر۔ بلہ
مجر ہمسایں جرج کورس زہ نصف شبس اوسکھ نا
دوب کھان۔ قاسمں کور عدالتس عرض زہ حضور بو
اوسس بلا شک دوب کھان۔ لیکن آتھہ دوس تروڈ

مہ پئی منوس پزار جندہ۔ تم بو دوس تام ژنہہ پھلوس
خزانہ وزانہ مہ نشہ چھوہ نہ کینہہ۔ پھوٹ پزار جندہ
پیم کھوڈ ژھننہ۔

قاسمں یہ بیان بوڑھہ او سات فی اسن۔ تہ بلہ
تم بار بار ی کن۔ سارہ فی گو شک زہ کھوس دلہ چھوہ
خواہی پڑ وٹان۔

یلہ نہ قاسمں بہ کانبہ کھتہ مٹی پڑ۔ عداوت دیوت
فیصلہ تہ دھن کرہتہ خزانک اٹھ ستہ قیمت شخص سید
اوتی حابہ قاسمں جمانہ کرہ۔ قاسمں تہ یہ برنگ
تہ استان زہ شوٹن ژھن نہ کانبہ خزانہ کھوڈ۔ لیکن
تسند ڈاپٹ پوز نہ کانسہہ۔ سارہ وی دھن ی زہ
کھوس دلہ چھوہ ڈان لاکانہ۔

یلہ پزاری کھوڈ ژھنن آسیہ ہس تیلہ کیازہ
راور ہے رات۔ دوبلیہ بنہ ہس نا دوب کھن۔ ژورہ
کافرنے ائیس رتہ کنس کن کیازہ کھان نہ کانسہہ خبر۔
مختر پتہ کونہ داشت نہ داشت اوسس۔ تہ پیوس جمانہ
بزن۔ ژوہ پتہ تہ اوس اوڈوی زہ پزار جندہ گورم
نہ قبر منز لہ پھرن دیکھہ بہہ نیرتھہ یں۔

● خط و کتابت

● مضامین اور

● ترسیل زر کیلئے

بیمبوس

734 بیماران۔ دہلی۔

قطعات

چھ فنکار س پڑی آسان نقشہ
نشک عالم و چھان مس پائے سی منتر
اما پوزشس تہ و ہمین مبتدا کیر منتر
چھ تہہ والان ساقی وایہ سی منتر

ند لو اس ونگ او حال با ویم
پیر ٹھوس چارہ کیاہ بیٹھ اغظر اس
پہن آسناہ پھوس، و شلو غرق اس
مید با سیز زتہ شبتم پیو کلا بس

عجبی رنگ از دیو کھم بہار س
دس تھو کہ رنگ روئیں لالہ زار س
گلا یاہ، ہیرہ یون اکھ حو نہ مجلو ن
مگر آسناہ پھولان تس با وقار س

مید وچھ دن طنازیناہ اکھ نمس منتر
وسان اوش دارہ، لوگت کارہ تس خم
ہناہ برو نہ کن پکس باغس اندر اس
مینر زلہ گوب گو مت با سیوم شبتم

ونگ ارمان چھ اظہا پچ کڈان و تھ
وژن ناگ بیچان پائے چھ رفتار
قلم پھڑتھ اگر اونگین تہ ہین تراش
سوا ندیریم حال باون حو نہ پھنوار
ما بھی علامتھی رہا کمال

ستان از کند لایاں چھ انسان !
سٹھاہ رت گو نظر منو کلے یہ یار س
مگر اکھ پردن ارمان چھم دس کو ٹڈ
زمینس پیٹھ تہ گو ترھ سو کہ دین بہار س

رحمان چری

گفتن گرہ

رحمان

شعبان

رمضان

غفار

امہ خوجہ

رحم سکوان

غفار :- آہن نہ خبر چم۔ تیلہ کیاہ چھوٹی یورینگ حاجت گھری آسکھ جوان۔

رحمان :- (دامہ ہتھ) اتیں نہ چرسس زور دانہ دیکھتے تیں کرکھ کھتے۔ زولہ بند کھیدن جان زولہ بند نہ۔ ہتہ باجیر۔ میہ گوڈ ژیر۔ امہ خوجہن چھم دیمت وگرس باگ تیں۔

————— ساف —————

رحمان چری :- اسلام علی کم

امہ خوجہ :- کیہو اکھا رحمانہ اده شد۔

رحمان :- آہن ہر یوہ اوستم وگرس پنے خیطہ وقت تہ آس :-

امہ خوجہ :- گھرو پیٹھ اکھا کنہ مکھ پیٹھ۔

رحمان :- دلہ ہر دن نے سٹھاہ کم چس جوان۔ وگرچ نماز پریٹھ۔ ہر آس۔

امہ خوجہ :- (اسان) وگرچ نماز۔ رمضانہ بوزقا ژہ۔ رحمان چری ا اوئے وگرچ نماز پریٹھ۔

رمضان :- آہن ہر یوہ رحمان تہ دان چھوہ۔ تلا ایس کیزہ شک چھے یوان۔

رحمان :- دلہ ہر دن نے سٹھاہ کم چس جوان۔ کیاہ ہر کو ٹوگ ہر چیم گھت۔ مرہ تہ تلم۔

امہ خوجہ :- اده با دین کیاہ چھو چون صلاح

رحمان :- پس ہر کوئی خیطہ آس یوہ کریم عرض۔

امہ خوجہ :- کوئی با گوڈ یوہ گرہ کیاہ کام بیلکھ کریتھ۔

رحمان :- کا دن گپن ہر آسہ نظر گذر سکوان۔

[ژور چری نکلیس پیٹھ ہتھ چرس جوان۔ ژاس کران تہ جیرہ بند گرہ سپلان۔]

رحمان :- جیرہ زولہ دامہ دیکھ۔ شعبانہ ژہ چھو یا تیکہ کینہہ ہتھو مت۔ کاٹھ ا چھوٹی پیٹھ ہتھو مت شعبان :- دلہ صرف نے ترے دام چھے میہ غفار :- میوہ رحمانہ دین پلہ ناؤکھا یورکن تہ کنہ برعد زولہ نیشانی پیٹھ کا چیم کھڑ تر۔

رحمان :- ہتہ ہارٹھ۔ شعبان کیہو چھو ہتھو مت اتھ غفار :- چھوٹی ہوٹ ژن کا اگر ہتھ چھوہ سور تہ ودوت رحمان :- دنہ شعبانہ سو دپی میہ چتہ صرف تریمہ نام۔

اسٹہ دام چھوہ سان دھن وامن برابہ۔ شعبان :- ہر تبا کھتھو گڈہ میانہ پلاہ۔ تلا میہ ا آسہ کرک تان دانہ ژوریمو سدرہ چندس (ژھانڈان) تیکھ چندس تہ چھوہ کینہہ۔ یی تہ چھوہ خالی دذرا کھڑت) ہتہ یا شعبانہ کھربا توچلم۔

شعبان :- (چلم وٹان تہ اتھ چرس کھران جیرہ زولہ دام بیوان)۔ دین کیا مسہ آڈ ہوش میوہ۔

رحمان :- تلا میہ تہ وٹہ دام زہ دام۔ میہ ا اوس امہ خوجہ نش گرہن کوکری باپت۔

غفار :- شعبانہ دیکھ اسی گوٹھ۔ یہ ناتلی نہ کھف۔ اور ژٹ ہو چھوٹی اکاڈہ گزھان۔ پین زابہ زانہہ تہ کڈان

رحمان :- میوہ یارہ بونا زورہ تہ میٹھوٹی۔ دوپے۔ امہ خوجہ کوکری میلہ ڈمیہ۔ دوپے ا آسہ تریتھ لیٹھ پٹھ لگان

تیکھ نکلیس پیٹھ۔ (زولہ دامہ بیوان)

گروین خیطہ پھوہ رمضان۔ اده با ژہ آس ٹانگہ
صات کران۔ تہ بید گروین خیز نہ شران کران۔ گر
دو پٹے با ژہ دوا دکہ دین چرس خوب۔

رحمان :- مہتہ ہر از کل کتہ میلان۔ پرتھ کونہ چیزس لے
چہ شنائی گیر نہ۔ دروہر چھا کر تہ خدائی سجد تہر۔
امہ خوبہ :- مہ با چھوہ باسان تہ ما دیکھہ چرس سیتی
مست۔ گھرس گرضیہ خدائی رہن۔

رحمان :- ژہ دھچہ ہر خدائن یزہ نہ گر کران ناکتہ ہیو
امہ خوبہ :- اده گزہ دین گر گھاسہ کھیا دہ نہ تریش چا دہ نہ۔
رحمان :- کتہ ہر چھوہ گر۔

امہ خوبہ :- اچھہ چھہ نا۔ بروٹھہ کتہ ہے پھوٹی۔
رحمان :- تلہ ہر اتیہ ما آسی پٹے اکھ چندس۔ تخواہ پیٹھ
ہر تھکہ مجراہ۔

امہ خوبہ :- گھوڑس لوگتہ نہ اتھہ نہ تخواہ مہتہ ژھانڈن
ادہ با رٹھ ٹیٹھ آسی آخر
رحمان دماٹے خیر کران کران نیران۔

سائی

(رحمان غفار تہ شعبان چرس جبران)

غفار :- رحمانہ از ہبا چھوہ داریا ہیہ کمال پائیہ زیرہ بند پرس
بچان۔ اده یا امہ خوبہ آس گرس سائی جنت دجیو
داہ دیوان

شعبان :- غفار ہیا اوسوی ہامہ دیوان مکر دین گزہ نہش گٹھ
گوتہ دجیو دام دولان تہ ژاس کران۔

آواز :- چرسی !

آواز :- کہیں نہ مری

رحمان :- ہیو تلا مہ تہ دی تو دام جوراہ۔ ہر جلم ہیرم تہ
دو کہ جہان۔ لحاظہ لحاظہ تہ نا چھوہ نہ دروزان۔

امہ خوبہ :- آسٹم رپے جسائس کھا دہر
غفار :- (داماہ چھتہ) مہتہ با رٹھ۔ پانسہ چھتی نا کڈمت
رعب کیاہ چھوہ نادان۔

رحمان :- (دام نہ چھتہ) گکاش ہیو آؤ۔ اده سہ امہ خوبہ

آس جنت۔ (ہیا کھ دام جبران)

شعبان :- مقود دین۔ کاکھ ما پوٹی تھس۔

رحمان :- ہیوہ چھکہ ژانان۔ مہ چھا فرصت۔ گر چھم نیون
ناگراتس پیٹھ شران کر نہ۔ مہتہ با پٹم دام چہ۔ نوی
چہر۔ دیو مہ اہازت شام تان۔ اکھیاں گیدوان گرس
نشہ داتان) ولہ لوگ سہ بلاہ۔ گرم آسی گومت۔

(شران کران فنی دوان) باسان چھم تیر لہی۔ اده ولہ
موتہ مقوتہ تاپس۔ گھس سیٹ کرے گٹھ۔ پوتہ

کہ تندہ پیرہ۔ سائی

اکھ آواز :- رحم گواناہ ! دارہ دارہ لہ۔ گٹھ مرادوسو۔ اس
پرسس با پھوٹی نہ ہیسی۔ سرک تان با پکنا دوان
تہ پیٹھہ نیزین ژو دین۔ نمبلہ اپارہ کڈزس تھک

رحم گواناہ :- ژہ ما مہر پروٹے۔ رحم گوانا چھم نہ ہیٹھہ ناؤ۔
نیر ژہ گھو کٹ۔ نمبلہ اپارہ کڈے بو پرس تھک

رحمان :- اختاب ہیون لوس۔ مہ روہ نہ ہیسی۔ اما گر
چھوہ نہ پھرس سیت کتہ گٹھ۔ ہے اھوس

امہ خوبہ :- ارایم پرس تام لیکہ۔ ہو کٹس سنا چھوہ
ادہ دیوان۔ اسی آسہ نیوت۔ ہیو بد معاشاہ !
ژہ چھا خبر نہ گر نہن۔ چوب دی دی ترکے

پرسہ کریتہ۔

رمضان :- رحمان پرسیاہ ! بولہ پھوٹی رمضان
رحمان :- دن گر کتہ مقوت (چپا ژہ تدمیرہ ترادان۔

رمضان پٹن پان موکلا دپچ کوشش کران۔)

رمضان :- بولہ تھس امہ خوبہ موہیو رمضان۔ پرس
پھوٹیا زور اومت۔

رحمان :- (ما رٹھان) آتھہ کلس مقوتہ گٹھ۔ ہیٹھ سیت
گر اوٹم مقودمت گٹھ۔

رمضان :- ہیو پرس چھیا دکہ بوکر داکٹر۔ بولہ تھس
رمضان۔

رحمان :- ژہ ٹھکھا رمضان۔ دسگر پھوٹی میانہ کتہ۔ مہ
دنتہ گر کتہ مقوتہ۔

واریاہ آوازہ بہ دستگیر۔

آوازہ بہ پیشاہ

واریاہ آوازہ بہ پادشاہ

آوازہ بہ بیڈشاہ

واریاہ آوازہ بہ پادشاہ

آوازہ بہ کراشاہ

واریاہ آوازہ بہ بالیاد

رحمان بہ بس با بس با۔ گندہ خراؤ تو مو۔ آوازہ آوازہ دہ با
اسم چندس۔ تم با وچہ با۔ ہم با ہم با آوازہ ہم
آوازہ ہم سودا آوازہ۔ غدا۔ اسم گھر بہتہ لیکہ
ڈاران۔

آوازہ۔ غفارس آوازہ بلالے۔ شکو کر خدا لیس کن زودہ
بچک۔ اچک کہ لہ گوکہ نہ۔

رحمان بہ اودہ بامیہ گو تریر۔ خدا حقوہ نوہ اور جان۔
پاس سیت۔ پکس سمب چھنہ سوزنہا کاتہ۔ اچا
دارہ دارہ دہم قدم۔

سادہ

رحمان بہ امام لکھ کاتہ شا چھہ بیتہ سمیت۔ کیریس با
چھہ بیہ کاتہ پکٹمت۔ (اس شریں پڑخان) ہیو
گورہ ہم کہو نہ چھہ سمیت۔

شر بہ جن نیچو ہز کھڑو ہوتہ کھس۔ کھس مگس مگس
چھس تہ لگان۔ آوازہ چھہ تیرس پیٹہ دوست۔ دین
چھہ ہم سوچان والن کتہ پکٹ۔

رحمان بہ توہیہ چھہ سائی باولہ گیت
آوازہ آوازہ ہائیں جھا پاگل گیت
رحمان بہ متین جھا ہینگ آسان آوازہ۔ آوازہ چھہ تہ
گل کھورمت۔ یہ یون والن جھا کردہ کتہ۔
شر بہ تہ ہز تہ کردہ آوازہ گٹ۔ آوازہ مابہ مینہ دہ
دہ آوازہ

رحمان بہ دہ لہ اودوہ دتہ۔ اینو۔ دیکھ بہانہ رز۔
شر بہ رزہ کاتہ کرکھ

رحمان بہ دہ رتہ ہی گام۔ ہزارن چھس دو کوئی
بو دین توہیہ کٹ بون والہ۔

آوازہ۔ اودہ رتہ رتہ یہ گتہ رزہ رتہ رتہ رتہ
زانہ۔

رحمان بہ دیون یہ رزہ ہورہ دارتہ۔ اس کٹش دیتو
پس گنڈن زورہ آوازہ۔

شر بہ رتہ یہ رزہ گندہ رزہ کرس
رحمان بہ گنڈنہ رتہ گورہ زورہ۔ دیو سہ دویم اند مہ
امس کتہ۔ مہ سہ رزہ زورہ۔

آوازہ۔ پیشاہ۔
واریاہ آوازہ۔ پادشاہ۔

دکانہ چیز الہ دہم یون بون (بیوان)
آوازہ۔ توہیہ تقصیر۔ یے موکو۔ (شور) چرسیا یہ کہو
کورتہ۔

شر بہ رحمان چرسین با مور چھن نیچو
(شور۔ زانہ دودن)

رحمان بہ قہر خدا۔ تلامیان کتہ تہ بوزو۔ مہون
تا چھنہ کاتہ تقصیر۔ اس با اوس وقت دوست
بوتہ با کھدہس رزہ گنڈنہ کیرہ منزہ۔ مہ اوس
رزق تہ بچوس۔
(شور۔ دین —)

سہاگ کے دن کے لئے
خوشنما اور رنگارنگ

کشمیری اٹھ ہرو
واجبی داملوں پر

مشہور کاریگر تھپا پٹوا بلیلی خانہ بازار
سیتارام۔ دہلی۔ دوکان نمبر ۲۹-۵۰

چائن درئی

مورتنس چائی امارن ٹاٹھیہ یارو چائن درئی
 سور کورہ نم لولہ تارن گلٹ دارو چائن درئی
 چائن درئی ماویم آوے چھک دین و دنیا میون تری
 روزہ سے منظور کرہ ہے زونش دارو چائن درئی
 فیرو تے سارس جہانس وں تہ کمیہ واسٹے بلے
 دود چوٹوی یس سٹیتہ گوجا دگارو چائن درئی
 عار چھوئی تو مارہ کرھتس، پرارہ کوتاہ وین ریتم
 رات دود چھٹم بے قرار سی، دل قرارو چائن درئی
 ژالہ ژالے خون دل ماراں بو چھٹس چٹسمو دوس
 راتنی گنزران ستارو، ماہ یارو چائن درئی
 پشتہ نولو، بلبلو، دوریو تہ کستوریو، جیلو
 وردہ سوزک گرزتلو کھ گے گل تہارو چائن درئی
 ٹیکہ بیٹو، ورکینو کور ساز پانس نازہ ساں
 مسولو، میسر زلو رٹوٹ سوئی اشارو چائن درئی
 لچ فوٹے کنڈین تہ میانس گلشنس دودہ وں گوٹ
 چانسیہ داتے دود یہ گلشن شہیارو چائن درئی
 وین اتم لالو گلاب بیٹھ دل فلہ راو تم
 ٹاٹھیہ یارو میون تری تنہا بہارو چائن درئی

روانی چھے جوانی زندگی ہنر

زمانس زیر کرتے چھس بودرمت ڈرن کیا چیم میہ طوفانس تہ داوس
چھو بیخہ اختاب لوسن خوش ایوانی کرن کیا چیم تھتھس بیکار ہاوس
بیکار ہاوس واؤ شیخہ ہیتھ آڈ لوچ ہتھس وزہ جارجیورم یا بہ شفقن
جیاچ بول کو کلیور بوزہ نووٹس پکھن لیگ واش کڈے میان داوس
گلن بوسینہ مژرتہ بلباس جاؤ کرن ہیتھ لولہ نارن گراؤ حسن
گلن روپہ ناچ دھتھ سدرتہ نیہ ون تلن ہیوت سگر و ظلمات داوس
اشامک منز میہ ونم آشارن روانی یقنہ نرا دکھ یقنہ نرا دکھ
روانی چھے جوانی زندگی ہنر، روانی لوگ عزرا بیشل داوس
اُسن کلہ وال زھن وچھس بویامت ہتھ چومت تہ ویسہ یومت منوٹا
وتھم! نومہ روومت چھا مہر جنون، اما پو پیکرہ کیا سنہ خام تاوس
بیو نظرو کرتھ نر دوس بو بھوکہ لہرتے مہللامہ بنہ من تازہ زھن
مگر انداز وچھنک گوزدھ نہ بدلن دوا تاوسی چھو اکثر آمد تاوس
وڈیم ٹیڈ کیا سنا کہ دامہ شیتن تلامس پیالہ بھر بھر چاؤ ساقی
تھارس یقنہ موریم آڈوقی تہسہ گز یقنہ پوٹن سچ نام ریسہ اللان
وچھو مے لولہ نظرو زورہ ژورے، کوڈس جھومت کاؤ مہیون آسمان
مدعا زورم نہ چائے صاف دھنس گناہ چھا آئے کا پھن لولہ نارن
بیو مول کھور لوس، موٹھ تن کھین حسابن سوٹھ کور دیوانی سیت
پن کن ان سیٹھاہ یلغار موتن مگر رفتار گو تیزان داوس
مین پنہن کڈتھ کش وڈہ سوماہ روچھکے دلدار کھوتھ یقنہ کاش
مئی بیوک بوسہ دھتھ حسن جنیس گلن بیو یقنہ امارس آمد تاوس!

بنا انداز بد لاؤتھ حسیمن کرن ہیتھ زندگی ہنر غزل خوانی
سٹھاہ مشکل چھو ژارن معنہ لوک توے از تام لگت لول داوس

غلام نبی فراق

لالہ میون منز شالہ مارن سیٹ یارن آسیہ ما

چاک دادان تابیہ دامن ماہ پارن آسیہ ما
باوہ کیستہ کن میون دل مدہوش کویت دلبرو

چان ایم مس کھاس چشمن ہند غارن آسیہ ما
صبحدم اش نادر بھر بھر ڈیٹھ مے مینبر زن

خشمہ ہوت وچھت تم کُن نوہارن آسیہ ما
وَن گلاک سیٹہ ڈیشٹہ زوہ شامس تارکن

زولہ مت پتہ میان پاکھین لولہ نارن آسیہ ما
سوئی صدایم عالمک مظلوم دل بیدار کُر

بالہ دامن شولہ ناوان اکبشارن آسیہ ما
حد و جہدک ناروزہ ناوَن دیان گیہ زندگی

کتھ یہاے کھامز کنن میانین امارن آسیہ ما
تس شمع روئیں نشن کسور و دیمہ کتھیہ مہند خیال

ژاہدہ زاگے ہیوان نکتن اشارن آسیہ ما
رود الاسگوان فراقن تشنہ روح پگہک مراب

اکتھ امارس پیٹھ سو دلبر دین گذارن آسیہ ما

غزل

میاں مرہ

یہ چھ میاں مرہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ
 یہ چھ پوشہ ہترین سدا ساز گران
 یہ چھ زونہ ڈیکس سوتہ چونہ جبران
 یہ چھ مس کھاسین مس پور ہبران کتہ دور گران
 وندیندیر یہ پترہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ
 یہ چھ کو کلاہ سوتس و پور تلان
 یہ چھ امنگ روپس نور فلان
 یہ چھ زخم گاہ اسیم کر اچھلان - گاہ دور ژالان زن تارہ زنہاہ یہ چھ میاں مرہاہ
 یہ چھ روش از نو توڑے رتھ
 یہ چھ زول بلونم ہنز دور کھٹھ
 یہ چھ ناگہ جویا توڑ آئے پھٹھ کوہ سار تھ
 نندیان پرتھہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ
 یہ چھ زہنیاہ گتہ منز گاہ تراوان
 یہ چھ مارہ متین لولہ لاناوان
 یہ چھ بارہ دن ہند گاہ چھاوان، زہر تھہ تھاوان
 زن تریشہ ہرہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ - یہ چھ میاں مرہاہ
 یہ چھ انتر موتس تھال کر تھ
 یہ چھ انتر لوکٹھ لال جبریتھ

ميه چھ انتر ونه کس چال کر بخت
 يه چھ انتر باسان مستانه گيتر، ويلوانه ميه پتہ وانہ گيتر
 پوتہ ناؤ کرس، کنہ دور گرس، روتہ منزلس للہ ون پيالہ بھرس
 چيس ناؤ زول مال خورا ہش، حکمہ نازہ ٹو کيس کنہ دورا ہش
 مستورا ہش منصورا ہش، نورازہ ونان چھم آره کرہا ہ
 يه چھ میان مرہا ہ۔ يه چھ میان مرہا ہ

غزل

موتی لال ساقی

ولو مارہ متہ بلبلن کر دلاسا ہر بختہ واوہ پیتین گلن کر دلاسا
 ژہ وچہ شترہ ژھٹہ کیامیہ کور لولہ باغس درختہ جامہ پیٹے مسولن کر دلاسا
 سدہ ہوکھ تہ جوین گيتر آہ سکامن مین پتر مہ گيتین دلن کر دلاسا
 گوٹیل مکڑہ کتر اؤ کم کم دلاور مژر وختہ ٹوٹے رائین کر دلاسا
 ژہ آہم ميه باسیونہ پراگاش ٹھنہ پیو پکن بروہنہ منن غافلن کر دلاسا
 یو خونہ سگ دیوت اماکن تہ آشن مژن پکھ دینن قافلن کر دلاسا

درختہ نارہ ون میکشوسا قیس کن

میس پرارہ ہن محفلن کر دلاسا

یار قند انون زینان

صابر تلہ دون کی یہ نظم اسوقت لکھی گئی ہے۔ جب ~~میں~~ میں برطانوی حکومت سے مسٹر ڈوگلز فورسٹ کی سرکردگی میں ایک فوجی مشن پر اسٹیمر کا سفر بھیجا تھا۔ جب یہ فوجی سفارت کشمیر پہنچی تو انگریزوں نے جنگی جہاز پر ہم کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کاحراج حراج اور بلتستان کے گوشہ گوشہ سے لوگ بھرتی ہوئے۔ ملائفہ وروں کی لام بندی شروع ہو گئی۔ ٹٹو گھوٹے اور مرا گائے بار بار داری کیلئے حکم مہاراجہ کشمیر طلب کئے گئے۔ سامان خود ووش فراہم کیا گیا۔ اور یہ عام جہزی لام بندی کچھ ایسے انداز سے شروع ہو گئی۔ کہ اہل کشمیر بھی سمجھ بیٹھے کہ فورسٹ صاحب یار قند فوج کرے چلے ہیں۔ اور ایک زبردست فوجی ہم درپیش ہے۔ حتیٰ کہ صابر تیل بھی جو لازماً ذہنی اعتبار سے نسبتاً زیادہ بالغ النظر واقع ہوا ہوگا۔ بھی سمجھ بیٹھا۔ کہ انگریز یار قند کو باج گزار بنائے کیلئے فوجی ہم پر روانہ ہو گئے ہیں۔

اپنی اس نظم میں جہاں صابر تیل نے فوجی مشن کا یاد و بیکار فراہم کرنے کی عکسی تصویر پیش کی ہے وہاں اہل کشمیر کی بے بسی اور جہزی لام بندی کے نسبت ان کے ذہنی رد عمل کی بھی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ منجانب کام گلکار کے سپرد کرنے اور اثالیوں کو ماہر فن قرار دے کر کیپ کے ساتھ چلنے کے جو احکام فوجی مشن نے صادر کر دیئے تھے۔ ان پر بھی صابر نے طنز و ہزل کے تیکے دار کئے ہیں۔ اسی لئے صابر کی یہ نظم تاریخی اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔

ادارہ

یار قند انون زینان
فورسٹہ چھوہ نور زینان
یار قند انون زینان
مشہور باخرو پور گئے
یار قند انون زینان
بلجی تم آگے حباؤ
یار قند انون زینان
گوڈہ لوگ مرانی پگن
یار قند انون زینان
لوٹہ بیانی پر و نہ بنیاؤ کھ
یار قند انون زینان

نی مہیہ ڈیوٹے رتی گنہتا یوزان
گوڈن دوپ ملکانیہ کس کرے یہوے کار
راجیہ یہہ یار قندہ باج گنہتا یوزان
لندنہ پیٹھ یار قند میو کو رستے
گوڈن سو نہ مر گئے چھا وان پوشہ میدان
حکم مہاراج بونہ نس ہونہہ دراؤ
پیٹھے جاؤ کشمیری ناے چالان
سد سوئے ندو پور کہے طرفن
تم ودان ایس کوت لگ عزیزان
نہن بونہ گھرن کا شہر تھا دیکھ
گر بیٹھ ڈاکس زونہہ چھی گھاسہ سلطان

ہوا سے کھسکس ڈھانچا جی سو میرا
 اچھیہ آسہ پیا دل کینہہ آسہ دو جان
 سکر منگہ ٹاوسہ سو کوسہ گامہ من!
 میری جہت کران اوس ہون بکھ نادان
 سکہ گون و میری چھیس لکھ کین لاکم
 گامہ گونہ نہ لکھ زین پیر کھ سورہ سامان
 رسد کرتی ان ہے نان گار
 گچھہ گریکھ کران گون لکھہ سار
 کرا جیہ دوپ خاوندس نادانہ کراو
 کالم ہو چھہ یکہ ون اوم کزہ نادان
 گور دوپ گور بانیہ دودہ دے نیسرو
 وڈیہ پیٹھہ ہے گامہ لو گاو گزہ لار
 کھونہ کینہہ دودہ ڈوٹ واریہ پیٹھہ باریہ دراو
 تحقیق دودہ گور چٹک باغوان
 وائل دوپ و انجیہ بونے سرہ زانہ
 ڈور ڈتہ آرہ پیٹھہ میتیہ ہے یکہ نادان
 پھیرتہ ڈپ زیہ جیکہ وائل گاو
 دیو مکھ و انجی کینہہ نے جھ مانان
 شمار پورہ ہے طایفہ دارن
 وڈریہ پیٹھہ میرن ہیٹھہ شریتر ڈکھوان
 کھارو دت بار وینگر کتیہ ڈھارو
 حال کیاہ گور بکھ نال گرہ نادان
 خوش کیا گوسے اموب گوجان
 بھتہ و جج انجیہ ہیٹھہ پتہ پھیکہ لار
 مصلحت کران تم ایس پانہ و ان
 کتیہ دین کرہ ہیٹھہ ہے گزہ گزہ ان
 صابر تہ وانیہ تامت یو توئی ون
 تمام آڈ صاحب با سور سامان

زینون نہ گھاسہ و نادان
 یار قند انون زینان
 چھوہ کرنیم نہ زان
 یار قند انون زینان
 گامہ نہ کینکھ محکم
 یار قند انون زینان
 منیہ جھکھ پتہ پتہ کار
 یار قند انون زینان
 کھوکت کونیدہ والو!
 یار قند انون زینان
 گاو کزہ جاسے شیرو
 یار قند انون زینان
 لوکن چھوہ سقرن تاو
 یار قند انون زینان
 جھ منگن والوئے نہ گامہ
 یار قند انون زینان
 وپ زیہ میکھ ایس تونانو
 یار قند انون زینان
 منگ لچ آ بنگان
 یار قند انون زینان!
 وان کتیہ جان شیرو
 یار قند انون زینان
 پتہ نیو کھ ناید نہ جھان
 یار قند انون زینان
 کسی کرہ نایزہ جھان
 یار قند انون زینان
 یامت جہر بوزن
 یار قند انون زینان



قتل مکانہ

(اگھ پیکہ)

بارہ مالہ اوس وین جسکس ہو ثولت۔ گنش مان
 تر شام لائے فرامیواری بیہ بھنڑ کائی وچھتہ ائیں کھائی
 بھنڑ تراوڑ۔ دیان ائیں مائی کٹھ کاک آسبہ پے نندہ گنیں
 دیہس گڑھ پٹن داغ تھو اتی۔ رچے خام اڈکھ کماوان تہ
 تھہ پیٹھ اوسکھ نس لکھتہ بہان۔ ووتھون تہ پیڑون اڈکھ
 روائی کران۔ بیہ پڑھ کڈان۔ گھائی تہس مڑون گھو اوس فیہ
 تہ تروون ووش۔ آش دوراٹے وٹھس۔ وپن بتا جس
 کیا تخمیر اوس۔ پچر مچھ پیٹھ شام تام اوس اٹھ مہاراج
 بازس منز اوس لالہ سندری واس سندس دوکاش منز
 کھو سند پانچ جھکان۔ دم ژونہ پھر پھر ائیس
 شان پٹان آئن اٹھن یا دین پیٹھ۔ تھکھتہ تھکھتہ
 اوس آسان پتہ پریشانی ہندس سندس منز طوطہ غوت
 کران۔ سوچان اوس جتا کڈ، بٹھن وٹھن نیٹھن واقع تہ
 پیاڈ کن جھ دوندے لڑک پھاپھلے کیا کرہ ہے بچارا
 اوس نہ نصیبہ پننن بین دون گلان وچھہ ہے زہ
 کھتہ کن جھ پھولت۔ کیم ٹھک ٹھک سان کوکھ پٹنہ خانہ
 بینہ بٹھن تہ کھتہ کن جھ تھہ مہاراج بازس منز دون
 پنن کارجلہ کران۔ بیہ کھتہ کن کورم گنش واسس خاندان
 جند خاند۔ پننہ نوشبہ کن تہ ووس کن وچھ وچھ
 لہہ ہے ماز۔ بوکہ ذلہ منس۔ خیر دوون اٹھ تہ طبع کینہہ
 مگر کیا کرہ اوس شامہ لاس جیم نہ زرد او روزان
 دن جھس فر گڑخان۔ اتی جھوہ آسان ٹھیک تہ اتی
 دن جسکس تف لگان رتہ جھپ۔ پٹھن خیال منز اوس
 بوڈیٹھ گنیز زہ لہہ ہس کو ٹھک ٹھک۔ کیم کیم تھو
 وٹھت۔ ٹونگ تہ کاکڑ تراون اتی۔ وڑھ لون۔ ٹاکل
 موڑاوند۔ "کیا با کھرک جھوئی تا وین خیالی روزان

دوہ کھوتہ دوہ جھک وین تیر لوان۔ لا نوتہ ہن
 چھنا اڑکل مایون گنیز۔ تہ کن اُسکھ ژہ دیان ہتہ
 مایے نون پت کن لٹا وٹھ تہ پروائے کیاہ جھوہ۔ اکتھو
 وٹھ تھتہ۔ نا تیر کیا زہ گئی۔ "کینہہ نے۔ از ائیس
 اوس پرکاش کوس ژنہ گانت ائیں کینے منز جھوئی ہیڈ
 کلرک۔ ہنس کیاہ سوڈ ژہ مکانگ نقشہ۔ بیہ کور اٹس
 سیت مشورہ پتہری۔ سان ہمایہ جھہ لوسے لڈن لایق
 پگاہ ما ٹھن تنازعہ طوب دب تراونس پیٹھ۔ بیہ ماراٹو
 میہ تہہ زمین منزہ گراہ نہ گراہ پننن آگننس منز۔ امہ
 کین قصو پرکاش جھ اٹھس منز۔ خیر کم زیادہ پیس پڈ پچا
 سروسٹ وٹھس کاکھیتہ شانن شام لائیں دوہ وٹھس
 پیٹھ بتہ کینہہ خیلہ۔"

بارہ مال کیم یہ لڑکھ مایوس۔ ہوسے دن بیٹھس
 وٹھہ ہو دئیں پیٹھ۔ کینہہ ہیون نہ وٹھہ۔ گنش واس جھس
 پیٹھ۔ "ویدی کیاہ بی جھہ دلیل۔ ژہ کیاہ ہنرکھ نارٹھ
 ہنس۔ یلہ بو ژہ مکانگ کھتہ جھس تھان ژہ جھیک پتہ لڈہ
 بہان۔ بیہ جھیک تارس زہ ودان۔ دلیل کیاہ جھہ۔
 نوو مکانہ لڈن جھا ژورہ مارٹھ۔ لڈنہ ٹونگ تہ جھوہ
 یونام یہ نو پادہ پادہ وسیع توام مانکھ نہ ژہ۔ ائیس
 جھہ پٹھان نوو مکانہ لڈو چانہ حلتہ میاتی منز۔ ژہ
 ژاڈکھ یہ شکس چو۔"

یہ لڑکھ کھوت ویدہ سخت تھرت۔ تھہ کوس
 تلہ ژوت سورہ بوک تہ لڈس ائیس۔ "ژہ جھوٹہ پتہ
 مکانس جسکس وٹان میہ کیم دھرم سوروی شکس ٹوٹلی
 از جہا جھیک امیہ کئی خیرات کھوان۔ تھہ مکانس منز
 کھو تھاتھن ڈیوتہ جھکان کاروبار پتھر، کورہ ہن، بیہ

گورته مٹاھٹ باھٹ سان بیتہ کھاندر۔ سارو فی لود ناک
 دول۔ دون چھٹ کھٹھ فران۔ پور لوی زن چھو مکان
 مگر پائیداری ت شوبھ جیس اتھ۔ زہ لوین بھٹی دی
 مات۔ ہتھ مکانس منز چیم دیتھ لارہ روزان۔ جانی درئی
 ہبابہ یڈ پندرو اچھو تھ گادھ تیگ دودھ دیتھ۔ ہتھ
 مکانس منز چیم خزانہ۔ چکس منز یلہ جیس زن یا مصالحہ
 ژٹیان۔ زن چھو چھو چھو چھو چھو۔ بیتہ چھ دیوی
 ت دیوتاہ روزان۔ پندسی دھرمہ چھو دھم توہ دارہ دیتھ
 تہ بیتہ پندھرو پندھرو کھادان۔ تلہ با مہ بیتہ دوبارہ یہ
 مکانہ والنگ ناڈ۔ زن چیم تھ کھسان۔

مگر گیش داسس ایس (وہ مکانگ اوتھ گومت
 سوار۔ سو کھتہ مانہ پیر پرائین منز کھتہ۔ لچ ایس دن
 سبھاوان۔ مگر یہ اوس اندس (وس مکانس منز بہتہ دن
 کافی منہیہ ٹاورہ پیٹھ ساری شہرک نقارہ دھیان۔ کینہ
 دوی گیش داسن انہ سمیت لہرو تہ سبز کینہ۔ اگر تہ
 سیرہ دیتھ۔ کارن منز کارنہ آہ۔ مارہ مال چھ اندی
 گلان۔ مگر گیش داس، شام لال ت گیش داسن زنہ چھ
 پٹھنہ مٹھ والان۔ تہ داچ وارس بقوان۔ مکانہ پھوئی خالی
 بیون سپدن تہ مزدور ہمیش لہراوتی تیاری کرن۔ مارہ مالہ
 بندس بھتس فیور کہ منز ٹوٹ۔ خیر دھتہ تہ کیا ہیکہ
 پلن پائے اوس نہ کینہ۔ ہم گئی دین فی الحال داچ وار
 روزیہ۔ مکانہ آڈ سوروی لہراوتہ۔ بھوئی مزدور بیتن کس
 پیٹھ وائن تلہ دوائی جو کہ چہ جایہ نشہ سینا سن بڑ بڑ
 مٹھ مٹھ۔ کینٹراہ کھوڑ تہ ہم نہ کینٹراہ گئے خوش۔ بیتہ
 کورکھ کھنہ بنا بیار تہ بیار مگر اتھ اکھ نہ کینہ۔ سولے
 یہ مٹھ ہتھ پیٹھ وچک ٹوٹک تہ اڑہ ڈ سونف۔ ٹھانہ
 تلکھ تہ وچک خالی۔ مارہ مالہ کینہ منز تہ آہ ساری شور
 کٹ ہتھ۔ دھن گیش داسس ڈیکس ژنڈاہ دیتھ۔
 دیموئے ہے بیتہ ہبا اوس خزانہ۔ یکیا ژدوی دون سو
 خزانہ۔ یہ ہبا گزھہ لکھن کانس۔ ادہ ہزارم جان دودھ
 پن۔ ادہ تہ خوش۔ ژدوگ تہ ادہ دز سویتھ گوفیش۔ یہ

چھو پرائو دھنت۔ مکانہ ژھن والہتہ تہ خزانگ دیوتاہ
 گو نارائن تہ کورن جایہ فیور۔ دین گزھہ وارہ دتی مدن
 چیر گیش داسس اوس نہ گویں ہند پورے گزھان۔
 اکہ کتہ لودن تہ بیتہ کتہ لودن۔ مکانس آڈ کتہ تہ دن۔ بیتھ
 زہ لگ اتھ۔ لہوین لکھ مزدور مٹھ۔ ساکھ داکھ آڈ
 کینہ پائس نشہ دھنڈا۔ دارہ کارہ ژایہ ہم مکانس تہ
 دریہ گو شام لالسن کورن بیتہ ہرور مورور دودھ پور۔ زن
 پس کارہ وٹھن۔ شہرچ ایس تیاری مگر دادہ کن
 کورکھ ملتی۔ تپ بیون دودھ کھوتہ دودھ تیزن۔ ڈاکرن
 دوتھ یہ بیون لکھ مرگ۔ امس چھ ژانج کسر۔ گیش داس
 گو پٹھان۔ دوکان کورن بند تہ شام لال نیون لکھ مرگ۔
 مارہ مال، کھادتی (گیش داسن زنہ) تہ کورہ ہن روزہ کتہ
 زہرہ اتھ مکانس منز۔ کھادتی تہ اوس منز منز کھن
 مگر زنہن ہنہن دادین کورس چھو پڑھ کران۔ مارہ مالہ دھین
 پائے گزھہ ٹھیک۔ خیر اکہ دودھ گہ مجبور تہ نین ڈاکرن۔
 تنور مٹھ۔ چھتھی فوڑہ زہ کھادتی چھ کمزوری کرن شام لال
 لاک تہ مٹھ گیش داس لوگ بیار کن بیارن تیلہ داری کرنہ
 تہ مارہ مال بیار کن۔ دودھ دودھ چھو گزھان۔ بین بیوت
 ٹکسن نال دین۔

کینہ دودھ گیش داس آڈ گھر۔ ژھنمت پورہ
 وڑہ ٹوئی تہ نہ دوری۔ بھوئی ورس منز بھون قدم۔
 تہ ژھن باکھ۔ کرکھ پائشہ ورن تہ نالسن دیون تہ کتہ۔
 مارہ مال وڑھ لپ کٹان کٹان تہ کھادتی وڑھ تپ لڈی
 ہتھ ژٹان ژٹان۔ شام لالن موت گو پین ساروئی منہ
 خیلہ موت۔ سوئی محلہ آڈ شہر۔ سادھی کور تراہیہ
 تراہیہ۔ دودھ دودھ گو گزھان۔ کھادتی فلن بھوٹہ بیتہ بیو
 سو گہ سبھاہ پتھ۔ ڈاکری علانج اوسس بدستور
 جادی۔ دین بیون امس دھن شوٹہ نائس تہ اثر بیون
 کھادتی پیہ دین کھوٹ۔ مارہ مال گہ مجبور بیتہ چکس اوس
 ساری گھرک ہار بیو امس پیٹھ۔ کھادتی انیس دین شکی
 سان دودھ کوران۔ پس اوس کرنل گومت۔

زبایات

حقیقت الالبس منز رُبان رنگ
چھ اویل شیشہ و قس پیٹھ بنال سنگ
زوالس کن لمان رومنز دپسرک
نورک تندر چھ پاراں زونہ کیتھ پرنگ



جوانی منز حن بُڈ ہسربانی
دلک شہسار روپج شادانی
دل گو لو لک تر آسپس پاس خاطر
چھ کیاہ باتیلہ دنن بیتھ زندگانی



چھ لہفے کاہنہ سراپا ناز نظر اہ
کہاں سمار دل کین رو بہ خان
چھ لہفے آہ گشت گوشت ہوس کاہنہ
دجاردن منز دوال دُن ارغوان

خیر سو ائیں دُن کئی دپتج مہان - گنیش داس تہ ہیرت
علاج کہ ناؤ کہ ناؤ مگ یں - تم اس بھائی سنبہ مرگ
سیٹھا ہیرت مت - کینہہ دومہ چھ گزہان کلافی ناؤ ریت
خون و تھتھ - شام تام شیلے -

گنیش داس تہ مارہ مال کئے موٹھ میو روزیتھ
کرکے پائشہ دیکھ - دین ایسک نہ دونس سومب تہ
پیکھ - مارہ مال کیاہ کرپہ ہے کئی زن - گنیش داس گو
پوگاٹھ سیت سیٹھا ہتھ - دوکان مرزا پورن مگر کورن
فی الحال بندھئی - توڑھ ائیس نہ کینہہ روزر -

وریہ ڈوڈاہ گو گنیش داس پیو پیار - دودہ
ڈور گڈنس شکلی سان - دھبہ ناز زن گوس - فکری نور
نہ ایس گوڈ کیاہ - لکھ چھ ہر زاپان - اٹھ ایس کیاہ گوڈ
د کیاہ تریہ بکھ فکری نہ بتا ایس ہا اڈن امدی ندرن
نڈ بر پرن تر گومت

دین روز مارہ مال مکانس منز شکرن مکن ہش
نہ چھ کتھ کران تہ نہ دوان - گنیش داس تریہ ورش
کوریہ ہن مہ مانا ناؤ - تیتہ دریہ متس شگل تہ موئے
تپاری - !

مارہ مالہ گہ نہ امیہ سیت فرقہ کینہہ - کیاہہ دین
اوس متس بابہئی - میٹر گہ میٹر - دوان ورین منز دچھ
تہ ترین جہان ہند موت - لہذا کیاہ اثر پیہ ہے متس
امیہ ہیرہ سیت - بیتہ تریہ تیتہ دین ٹورم تہ -

اوتان ائیس مارہ مال پائے دنان نہ مکانہ پیوم
فیش - دین ہیرتس موکو تہ دُن - ساری ائیس اتھ مکان
منز اڑنس کھوڑان - ہائے ہے کینہہ گوڑھ نہ سپدن -
مارہ مالہ ائیس دین کئی کوریہ ہن ہر ش مڑ اکس ہر س گھر
منز - متس گوڈ نہ برداشت اشد غم دھتھ - مٹر کر یہ
محبور ہن گھر نئس - اتیہ نہ کیاہ لایح اوس ایس لہفہ
ساسس کوٹھ مکانہ تہ نیر نہ وزیہ ژنہس بڑ متھکھاہ -